ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

رباعیاتِ سحابی

مؤلفہ

جناب مولوی علی اوسط صاحب اعظم گڑھی ڈسٹرکٹ و سشن جج

صوبہ متحدہ (ریٹائرڈ)

طابع و ناشر: مرزا ابراہیم بیاب علی بیگ ایڈیٹر سرگذشت

قیمت مجلد ؏ علاوہ محصولڈاک

مطبوعہ سرگذشت پریس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج سنہ ۱۳۵۰ھ کا آغاز ہے۔ گو عرب میں زمانہ جاہلیت میں شعر اور شاعری کا بہت رواج تھا اور لڑائیوں میں شاعر آگے آگے اپنی رجز پڑھتے جاتے تھے اور سپاہی لڑتے تھے۔ لیکن یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ عرب میں آج سے نو سو برس کے پہلے کسی شاعر نے رباعی نہیں لکھی۔ گو لفظ رباعی عربی ہے لیکن اس کی پیدائش فارس میں ہوئی۔

یہ مشہور قصہ ہے کہ یعقوب صفار (جو پارس اور خراسان کا بادشاہ تھا اور جس نے سنہ ۲۹۰ھ میں وفات پائی) ایک روز بیٹھا تھا۔ اس کا کمسن لڑکا وہیں اخروٹوں سے کھیل رہا تھا۔ اخروٹ ڈھلکتے ڈھلکتے ایک گڑھے میں جا گرا لڑکے نے بیساختہ یہ مصرع کہا

غلطاں غلطاں ہمی رود تالب گو

یعقوب کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس نے شعرا دربار کو بلا کر کہا کہ اس بحر میں شعر کہے جائیں۔ شاعروں نے تین مصرعہ لگا کر اس کو رباعی کر دیا اور دوبیتی نام رکھا۔ پھر دوبیتی کی جگہ رباعی کہنے لگے لیکن عربی میں ابتک اس کو دوبیتی کہتے ہیں۔ (دیکھو شعر العجم مولانا شبلی مرحوم حصہ اول صفحہ ۲۱)

بہرحال جو اصلیت اس کی ابتدا کی رہی ہو۔ لیکن جہانتک تحقیق سے معلوم ہوتا ہے پہلا شاعر رودکی تھا۔ جس نے مستقل طور پر رباعیاں لکھیں اور اس لئے رباعی کی ابتدا کو قریب ایک ہزار سال کے ہوئے۔ رباعی کی بساط صرف چار مصرعہ کی ہے اور اس بساط پر تمام عالم

کے مُہرے بٹھانے پڑتے ہیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ اس فن میں بڑے کامل شاعر کی ضرورت ہے۔ علاوہ اس کے رباعی میں قصہ کہانی تاریخ یا عشقیہ مضامین کی گنجائش بہت کم ہے کیونکہ ایک رباعی کو دوسری رباعی سے تعلق نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے زیادہ تر رباعیاں پند۔ نصائح۔ دنیا کی بے ثباتی اور خدا کی وحدانیت کے بیان میں ہیں۔

صرف دو شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اپنا کلام صرف رباعیات چھوڑا ہے۔ افسوس ہے ایک تو بدنام ہے دوسرا گمنام۔ ایک نے دنیا رفانی کی تصویر کھینچی ہے دوسرے نے عالم جاودانی کی۔ ایک کی رباعیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپیکورس کے فلسفہ کا پابند تھا۔ کھاؤ پیو خوش رہو کیونکہ کل مرنا ہے۔ ہر جگہ جام و مے وصبوح سے وہ کام لیتا ہے اور بار بار یہی لکھتا ہے کہ آج جو سر ہے وہ ایک دن کمہار کے چاک پر کاسہ بنتا ہے۔ یہی عمر خیام کے رباعی کا ماحصل ہے۔ چونکہ مادی ترقی اور موجودہ تہذیب یورپ سے اس کے خیالات بہت ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے یورپ کے علما نے اس کے کلام پر چار چاند لگائے ہیں اور برلن۔ لندن اور پیرس میں متعدد اڈیشن اس کے کلام کے شائع ہوئے ہیں۔ پانچسو سے لیکر سات سو تک رباعیاں اس کی ہیں اور فیٹس گلرڈ نے انگلستان میں کم سے کم اس کو ایک ہزار برس تک اور زندہ کردیا ہے۔ کیونکہ ایک مستقل سوسائٹی قائم ہو گئی ہے اس کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے اور اس میں عمر خیام کے اوپر خاص مضمون پڑھا جاتا ہے۔ عمر خیام کی تاریخ پیدائش تو ٹھیک معلوم نہیں ہے لیکن تاریخ وفات سنہ ۵۱۷ھ ہے۔ جس کو آج سے آٹھ سو تیئیس برس ہوئے۔ گمنام شاعر جس کی بابت میں نے اوپر لکھا ہے سحابی ہے۔ سحابی کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ پنجاب کے فارسی کورس میں کچھ رباعیات سحابی کی درج ہیں لیکن ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے فارسی کورس میں کبھی کوئی رباعی سحابی کی درج نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ معمولی فارسی داں اس کے نام سے واقف نہیں ہیں۔ تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہے لیکن تاریخ وفات سنہ ۱۰۱۰ھ ہے اس طور سے ۳۵۰ برس گذر چکے ہیں۔ یہ مجموعہ

رباعیات سحابی جو نذر ناظرین ہے یہ پہلا مجموعہ قریب ۹۰۰ رباعیوں کا ہو* سب سے پہلے غالباً ۱۹۱۹ء یا سنہ ۱۹۲۰ء میں میں نے اخبار ایسٹ اینڈ ویسٹ میں چار پانچ رباعی سحابی کی معہ انگریزی ترجمہ کے پڑھی تھیں۔ اسی وقت میرا خیال ہوا کہ اگر کل رباعیات اُس کی ملجائیں تو شائع کردی جائیں مسلم یونیورسی علی گڑھ میں ایک مطبوعہ کتاب گلزار معرفت ملی جس میں جامی۔ ابو نصر۔ بابا فغانی و دیگر شعرار کے رباعیات کا انتخاب ہے اور اس میں قریب ڈیڑھ سو رباعیات سحابی کی بھی ہیں یہ کتاب ایک فارسی نے شہر لیڈن مملکت ہالینڈ میں چھپوائی ہے۔ کل قریب چار سو رباعیوں کے ہوں گی۔ ایک قلمی نسخہ بھی رباعیات سحابی کا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے اور اسی سے زیادہ تر رباعیات اس مجموعہ میں درج کی گئی ہیں۔ نسخہ قدیم ہے کرم خوردہ ہو گیا ہے اور آخر صفحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو صاحب نے نقل کیا ہے۔

لکھنؤ میں بھی ایک قلمی نسخہ دو جلدوں میں رباعیات سحابی کا ہے جس کو میں نے کتب خانہ ندوۃ العلمار لکھنؤ میں دیکھا ہے۔ اس کو علامہ شبلی مرحوم نے نقل کروایا تھا جیسا کہ مرحوم نے اپنے مضمون میں جو الندوہ ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں چھپا ہے۔ لکھا ہے اس نسخہ میں قریب تین ہزار رباعی ہیں لیکن کاتب معمولی لیاقت کا آدمی معلوم ہوتا ہے بہت جگہ اس نے غلط نقل کردیا ہے اور جہاں پڑھ نہ سکا ہے وہاں چھوڑ دیا ہے۔

مجموعۃ الفصحا میں بھی سحابی کا تھوڑا سا تذکرہ ہے اور چند رباعی درج ہیں۔ خیابان عرفان ایک مطبوعہ رباعیات کا مجموعہ ہے جس کو سید محمد محسن صاحب بلگرامی صدر محاسب سرکار خاص نے حیدرآباد میں چھپوایا ہے اس میں بھی کچھ رباعیات سحابی کی ہیں۔ خان بہادر خدابخش صاحب مرحوم کی لائبریری پٹنہ کے مطبوعہ کیٹلاگ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی ایک قلمی نسخہ رباعیات سحابی کا ہے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ میں دو بیاض قلمی اشعار کی ہیں۔ ایک کا نام تذکرہ مخزن الغرائب المشہور بہ تذکرہ احمد علی خاں سندیلوی اس میں سحابی استرآبادی کی بہت سی رباعیات درج ہیں۔ دوسرے نسخہ کا کوئی نام نہیں ہے محض بیاض لکھا ہوا ہے۔ اس میں رباعیات اور

* [illegible] سے زیادہ ہیں۔

مثنویات سحابی کی تھوڑی سی درج ہیں۔ مثنوی کچھ زیادہ بلند پایہ کی نہیں ہیں۔ میں نے اس کتاب میں زیادہ تر رباعیات قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اور دونوں بیاضوں سے جو دارالمصنفین اعظم گڑھ میں ہیں جمع کر کے شامل کیا ہے۔ گلزار معرفت اور خیابان عرفان میں جو رباعیاں ہیں وہ سب ان قلمی نسخوں میں موجود ہیں۔ علی گڑھ کا قلمی نسخہ مولانا ابوبکر صاحب جونپوری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذریعہ سے میں نے حاصل کر کے نقل کرایا تھا اور مولانا موصوف نے نسخہ کے پڑھنے میں بڑی مدد دی تھی اور میں ان کا خاص طور پر مشکور ہوں۔ مولانا سلیمان صاحب ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ نے مولانا شبلی مرحوم کا مضمون الندوہ کا اور دونوں بیاضوں کا پتہ بتلایا اور مولوی عبدالسلام صاحب ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ان کو کمال مہربانی سے نقل کرا دیا۔ ان دونوں صاحبوں کا میں خاص طور پر مشکور ہوں۔ علامہ شبلی مرحوم نے اپنے شعر العجم میں کئی جگہ سحابی کا تذکرہ کیا ہے اور چند رباعیات بھی سحابی کی لکھی ہیں۔ لیکن کوئی خاص جگہ سحابی کو اپنے کتاب میں نہیں دی ہے اس کا مجھ کو تعجب ہے۔ کیونکہ علامہ موصوف کے خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رباعی میں عمر خیام سے سحابی کو وہ زیادہ سمجھتے تھے۔

سحابی کے حالات

یہ عجیب اتفاق زمانہ ہے کہ جس طرح سے فردوسی سے اصلی فارسی شاعری کی ابتدا ہوئی اور غالب پر ختم ہوئی اسی طور پر رباعیات فارسی عمر خیام سے شروع ہوئیں اور سحابی پر ختم ہوئیں۔ مرزا صائب نے سحابی کو رباعی گویوں کا خاتم تسلیم کیا ہے۔ مصرع

رباعی گر ز موزوناں مسلم شد سحابی را

صرف اس قدر معلوم ہے کہ سحابی اکبر اور عباس صفوی کا ہمعصر تھا مولوی غلام علی آزاد نے سرو آزاد میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔ سحابی چالیس برس تک

نجف میں گوشہ نشین رہا اور اس نے کبھی روضۂ مبارک کے احاطہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مولوی غلام علی آزاد نے صبح صادق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سحابی ایک روز سفر میں جا رہے تھے راہ میں نہر تھی خیال آیا کہ سطح آب سے گذر جائیں لیکن پاؤں تہ میں جانے لگا۔ کہنے لگے کہ یہ دنیاوی تعلقات کا اثر ہے۔ کوئی چیز تو میرے پاس ہے نہیں صرف یہی دیوان ہے اور یہی وجہ وابستگی ہے یہ کہکر دیوان کو پانی میں پھینک دیا۔ ستر ہزار رباعیاں تھیں وہ سب پانی کے نذر ہو گئیں۔ ان میں سے بیس ہزار رباعی بیاضوں میں لوگوں نے لکھ لی تھیں وہ رہگئیں۔ باقی مفقود ہیں۔ تقی اوحدی نے لکھا ہے کہ جرجان اصلی وطن تھا لیکن تحقیق یہی ہے کہ استرآباد میں پیدا ہوئے اور نجف میں زندگی بسر کی۔ شادی نہیں کی تھی تجرد میں زندگی بسر کی۔ علامہ شبلی مرحوم لکھتے ہیں کہ انھوں نے قلمی نسخہ جو لکھنؤ میں دیکھا تھا اس میں دس ہزار رباعیاں تھیں اور یہ لکھتے ہیں کہ اس مجموعہ کی نقل ندوہ کے کتب خانہ میں ہے۔ لیکن میں نے جو نقل ندوہ کے کتب خانہ میں دیکھی ہے اس میں تین ہزار سے زیادہ رباعیاں نہیں ہیں۔

بہرحال ان نو سو رباعیوں کا مجموعہ جو نذر ناظرین ہے اس زمانہ میں غنیمت ہے۔ اول تو فارسی کے پڑھنے والے اور شائقین کم ہوتے جاتے ہیں دوسرے مادی ترقی کا روز بروز زور ہے روحانی ترقی مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اگر قدردانوں نے اس مجموعہ کی قدر کی تو آئندہ ممکن ہے کہ دوسرے اڈیشن میں اس میں اضافہ کیا جائے۔ پہلے میرا یہ خیال تھا کہ ہر رباعی کا اردو ترجمہ بھی اس کے ساتھ رہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ترجمہ میں کچھ لطف نہیں آتا ہے اس لئے اس ارادہ کو میں نے ترک کر دیا۔ پھر یہ ارادہ ہوا کہ انگریزی نثر میں ترجمہ کروں لیکن میں نے سردست اس ارادہ کو دوسرے اڈیشن پر ملتوی کر دیا ہے۔

جہانتک ہو سکا ہے صحت کا انتظام کیا گیا ہے لیکن پھر بھی غلطیاں رہگئیں ہیں (ملاحظہ ہو غلط نامہ) آخر میں یہ لکھنا ضروری ہے کہ میرے عنایت فرما مرزا ابراہیم بیگ صاحب اڈیٹر سرگذشت علی گڑھ کی سعی بلیغ و ہمت افزائی سے یہ کتاب سرگذشت پریس علی گڑھ میں چھپی ہے۔

اگر موصوف میری مدد نہ کرتے تو یہ کتاب غالباً نہ شائع ہوتی۔ لہذا ان کا خاص شکریہ ادا کرتا ہوں۔

علی اوسط

۱۱ ستمبر ۱۹۳۱ء روز جمعہ

(خان بہادر۔ ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ وسیشن جج)

موازنہ

جب زیادہ زمانہ گذر جاتا ہے تو کسی شخص کی بری عادات کو لوگ بھول جاتے ہیں اور اس کے اچھے خصائل کو یاد کرتے ہیں۔ جس زمانہ میں حکیم عمر خیام تھے وہ زمانہ مسلمانوں کی سلطنت کے عروج کا تھا۔ عیش و عشرت کے سب سامان مہیا تھے۔ لہذا شراب۔ کباب معشوق کے خیالات دل میں آتے تھے اور حکیم خیام بھی دن کو نہیں تو رات کو شراب ضرور پیتے تھے۔ انسان کی عجیب حالت ہے۔ اسلام کے زمانہ عروج کی کیوں برائی کی جائے! ابھی حال کی بات ہے کہ غالب ایسا شاعر شراب میں مدہوش رہا کرتا تھا۔ دو سو برس کے بعد جب غالب کی سوانحعمری پر تنقید کی جائے گی تو مورخ یہی لکھیگا کہ غالب شراب سے شراب وحدانیت مراد لیتا تھا اور یہ کہیگا کہ

مفت کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یا تو یہ غالب کا شعر نہیں ہے یا اس نے اپنے کسی دوست کے لئے لکھدیا تھا اسکا ثبوت اس شعر سے غالب کے ملیگا۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے

سحابی گوشۂ عزلت میں رہتا تھا۔ چالیس برس اُس نے نجف شریف کے احاطہ کی باہر قدم نہیں

رکھا۔ فقر و فاقہ سے مطلب تھا۔ اس غریب نے تو شراب بھی نہ دیکھی ہوگی لہٰذا اس کی رباعیوں میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں ہے۔ کلام کی پاکیزگی۔ عبارت کی سلاست خاص حصہ سحابی کا ہے۔ خدا کی حقیقت کو جس جس طرح سے اس نے ثابت کیا ہے وہ اس کی رباعیات کے پڑھنے سے خود واضح ہو جائے گا۔ صرف یہ ایک رباعی اس کی ایک لاکھ رباعیوں کے برابر ہے۔

عالم بہ فغاں لا الہ الا ہو ست
جاہل بگماں کہ دشمنست یا دوست
دریا بہ وجود خویش موجے دارد
خس می پندارد کہ ایں کشاکش با وست

یعنی تمام عالم میں یہ شور مچا ہوا ہے کہ سوا خدا کے کچھ نہیں ہے۔ انسان جو جاہل ہے وہ اس مغالطہ میں پڑا ہوا ہے کہ خدا ہمارا دوست ہے یا دشمن۔ خدا ایک سمندر ناپیدا کنار ہے جو اپنے وجود سے موجزن ہے۔ انسان ایک تنکا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب موجیں ہماری بربادی کے لئے ہیں۔ مناجات کے طور پر ایک جگہ لکھتا ہے

گم کردم اگر جستجویم نکنی
آئینہ صفت روئے بسویم نکنی
در حق تو از لطف تو گفتم بسیار
یارب یارب دروغ گویم نکنی

جب فنا فی اللہ انسان ہو جاتا ہے تب خدا ملتا ہے۔ دلائل عقلی سے خدا کا ملنا محال ہے۔ سحابی کس خوبی سے اسکو ادا کیا ہے۔

دل مسکن عشقست نہ ماوائے عقول
چوں خانہ عقل ساختی گشت ملول
تحقیق بداں کہ زود ویراں گردد
ہر خانہ کہ غیر صاحبش کرد نزول

خیام ایسے مضمون کو اس طرح سے ادا کرتا ہی۔

اسرار حقیقت نشود حل بسوال
نہ نیز بہ در باختن نعمت و مال
تا جان نکنی و خون خوری پنجہ سال
از قال ترا رہ نہ نمایند بحال

شراب کی تعریف میں بعض جگہ خیام معمولی تہذیب سے بھی تجاوز کر جاتا ہی۔ ملاحظہ ہو

در سر مگذار ہیچ سودائے محال
می خور ہمہ سال ساغر مالا مال
با دختر رز نشین و عیش میکن
دختر بحرام بہ کہ مادر بحلال

آخر کا مصرع کس قدر ادب سے گرا ہوا ہی۔

سحابی نے صرف دو ایک رباعی میں جام کو جگہ دی ہی و کس خوبی سے۔

جامے خوردم ز دست ساقیِ ازل
در نشۂ آں نہ آخر و نے اول
جامے دارم کنوں کہ محو ست درو
اندیشۂ ماضی و غم مستقبل

ماضی و حال و مستقبل کی صنعت قابل ملاحظہ ہی۔ اب سنیے۔ خیام فرماتے ہیں۔

تا کے ز اہد حدیث و تا کے ز ازل
بگذشت ز اندازۂ من علم و عمل
ہنگام طرب شراب رانیست بدل
ہر مشکل را شراب گرداند حل

سحابی نے معرفت کو کس طرح سے دکھلایا ہی۔

از دوری اگرچہ سرگذشتے داریم
در گلشن کوئے یار گشتے داریم
ما پرتوِ خورشید وجودیم از و
گرد ورا گفتیم باز گشتے داریم

عرب میں زمانہ جاہلیت میں شراب خوری کا عام رواج تھا۔ حضرت رسول مقبول کے زمانہ میں رفتہ رفتہ کرکے قران پاک نے اس کو حرام کیا۔ پہلے نماز کے پہلے لوگ شراب پی لیتے تھے صرف نماز کے وقت شراب پینا حرام تھا۔ آخر میں قطعی طور پر حرام کر دی گئی۔ ہمارے علما رجب کسی شاعر کے شعر میں شراب کا ذکر آجاتا ہی تو تعبیر شراب حقیقت سے کرتے ہیں۔ یہ خیال تو اچھا ہی لیکن بسا اوقات واقعہ کے خلاف ہوتا ہی۔ عمر خیام تو یہانتک بڑھ گئی کہ رسول عربی سے بھی شراب کے جواز کا فتوے انھوں نے حاصل کر لیا۔ ملاحظہ ہو۔

از من بر مصطفےٰ رسانید سلام
وانگاہ بگوئید باعزاز تمام
کائی سید ہاشمی چرا دوغ ترش
در شرع حلالست و مےِ ناب حرام

از من بر خیام رسانید سلام
وانگاہ بگوئید کہ حامی خیام
من کے گفتم کہ مے حرامست۔ ولے
بر پختہ حلالست و بر خام حرام

خیام دنیا کی بے ثباتی کو تکرار کے ساتھ ثابت کرتا ہی لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتا ہی کہ،

شراب سے غم غلط کرنا چاہیئے - غالب

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

سحابی اس دنیا کی زندگی کو غنیمت سمجھتا ہے کیونکہ عاقبت کے لئے کچھ تحفہ انسان مہیا کرلیتا ہے

ہاتھ خالی ہیں چلا دربار میں
کون پوچھے گا مجھے سرکار میں

اسی وجہ سے سحابی نے تکرار کے ساتھ تعلیم دیا ہے کہ خدا سے محبت رکھو۔ خدا سرچشمۂ محبت ہے

اے در طلبِ تو عالمے پُر شر و شور
نزدیکِ تو مفلس و تونگر ہمہ عور
اے با ہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر — سحابی
وے با ہمہ در حضور و چشم ہمہ کور

اے خدا تو ہر جگہ ہے۔ لیکن تمام عالم تیری طلب میں پریشان ہے۔ غریب و امیر تیرے سامنے سب محتاج ہیں۔ سب کے ساتھ تو بات کرتا ہے لیکن دنیا کے لوگوں کے کان بہرے ہیں وہ کب سنتے ہیں۔ سب کے سامنے تو موجود ہے۔ لیکن دنیا والوں کی آنکھ تو اندھی ہے وہ کب دیکھتے ہیں۔

اے عاشق پاک در رہ دوست بسوز
یعنے ہر چند پردۂ اوست بسوز
رو دیدہ طلب۔ نام و نشاں را بگذار — سحابی
چوں مغز بدست آمد گو پوست بسوز

اگر تو صرف خدا کی دید کا سچا عاشق ہے تو اس کے راہ عشق میں خوب جل۔ یعنی جس قدر اسکے پردہ ہیں سب جلا ڈال۔ خدا کے دیدار کے طلب کے راستہ پر چل۔ دنیا کے نام و نشان کو، چھوڑ۔ جب گودہ مل جائے تو چھلکا لیکر کیا کرے گا۔ دنیا میں بہت کم لوگ ہوں گے جو چڑھے

لکھے ہوں وخدا کے وجود سے منکر ہوں۔ یہاں تک کہ وحشی آدمی بھی اپنے سے اوپر ایک بڑے چیز کے وجود کو مانتا ہی۔ جو چیز بڑی دیکھتا ہی اونچا پہاڑ۔ بڑا دریا۔ بڑا درخت۔ بڑا جانور مثل ہاتھی۔ اسی کو سمجھتا ہی کہ خدا ہی۔ خدا کی حقیقت کی ماہیت انسان کے احاطۂ ادراک سے باہر ہے۔ کیونکہ محدود چیز کے اندر غیر محدود چیز کیسے پوری طور پر آسکتی ہے۔ اسی فلسفہ کو سحابی سینکڑوں طریقہ پر ذہن نشین کراتا ہی۔ صرف یہ کہتا ہی کہ کوشش و جستجو کرو کچھ حاصل ہی رہیگا۔ اس جھگڑے میں مت پڑو کہ نیکی و بدی دونوں کیوں ہیں۔ خود جواب دیتا ہی کہ بدی اس وجہ سے ہی کہ نیکی کی پہچان ہو۔ کیونکہ ضد سے بسا اوقات امتیاز ہوتا ہی۔

اشیا چو بضد نمود از پردۂ کار
ہر نیکی را۔ بدی بباید ناچار
از خلق ہنر بیں و عیبش بگذار
در باغ تو گل بچیں چہ کارت باخار

رباعی دیگر

از خلق جہاں و ہستی فنائی ما
دانستہ نشد بہ غیر نادانی ما
حیرانی ما بود مرا از ہمہ چیز
یارب چہ مراد ست ز حیرانی ما

ہر چیز بہ ضد خویش در جلوہ گریست
بے ظلمت۔ نور کس ندانست کہ چیست
ہر دیدہ را تواضع افزاید قدر
خورشید بہ شرق و غرب اکثر نگریست

تو آئینۂ وجودِ ما ئی عدما
یعنے مارا اگر تواں دید بما
ہر چیز کہ پیدا ست لُمو است نہ بود
بعد است کہ بودی کہ بینی نہ سما

خیام

آمد سحرے ندا از میخانۂ ما
کاے رند خراباتی دیوانۂ ما
بر خیز کہ پر کنیم پیمانۂ مے
زاں پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

لہذا ظاہر ہے کہ عمر خیام کے یہاں ہر چیز میں شراب ہی شراب ہے و ہر جگہ موت ہی موت ہے سحابی دنیا کی زندگی کی سچی تصویر کھینچتا ہو۔

گہ گریہ کہ بہرۂ نیفتاد مرا
گہ آہ کہ رفت عمر برباد مرا
یکسو غم زیست یکسو اندیشۂ مرگ
بروند خدا پرستی از یاد مرا

سحابی کا بڑا کمال یہ ہے کہ جو بات کہتا ہے اس کو ایسے عام فہم مثال سے ثابت کرتا ہے کہ آدمی قائل ہو جاتا ہے۔ وحدانیت کے ثبوت میں سینکڑوں رباعیاں ہیں۔ ایک ملاحظہ ہو۔

ہستی کہ باصل خویش وحدت دارد
در دیدہ احولِ تو کثرت دارد
آئینہ ہشت شکستہ است ازاں
یک عکس در و ہزار صورت دارد

سحابی نہایت سچائی سے کہتا ہے کہ اس کو ان رباعیات کے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

ایں چند سخن حاصل عمر گذراں
از من اثریست در رہ دیدوراں
یعنی ز کلام من مرا فائدہ نیست
کاریست کہ کردہ ام برائے دگراں

مذہب ہمیشہ غریبوں میں رہتا ہے۔ امرا اپنی دولت کی وجہ سے وہ کام کرتے ہیں جن سے جانور بھی بعض وقت حذر کرتے ہیں۔ سحابی اسی امر کو ایک نہایت عمدہ مثال سے ثابت کرتا ہے

روزے کہ عیاں شود خداوند جہاں
لطفش بہ کہاں باشد و قہرش بہ مہاں
خورشید جہاں فروز چوں در تابد
ذرہ شود آشکار و سیارہ نہاں

سحابی کا یہ کمال ہے کہ ہر مشکل مسئلہ کو ایک معمولی مثال سے ثابت کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ہر وحدت ما نہ ہر کسے دانا گشت
ور گشت ہماں زماں کہ محو ما گشت
ما در ہمہ کس رسیم و کس در ما نہ
کے جوئے بسر چشمہ تواند وا گشت

کامل گوید جہاں تمام و اہل است
ناقص گوید کہ گو نہ است و سہل است
شطرنج ہماں۔ عرصہ ہماں رخت ہماں
ایں بردن و باختن ز علم و جہل است

اے در رہِ حق نرفتہ یک گام درست
وے طاعت تو بنزد یزداں ہمہ سست
رمز لبت و ضو ز تا بدانی کا ول
دست از ہمہ کار دہر میباید شست

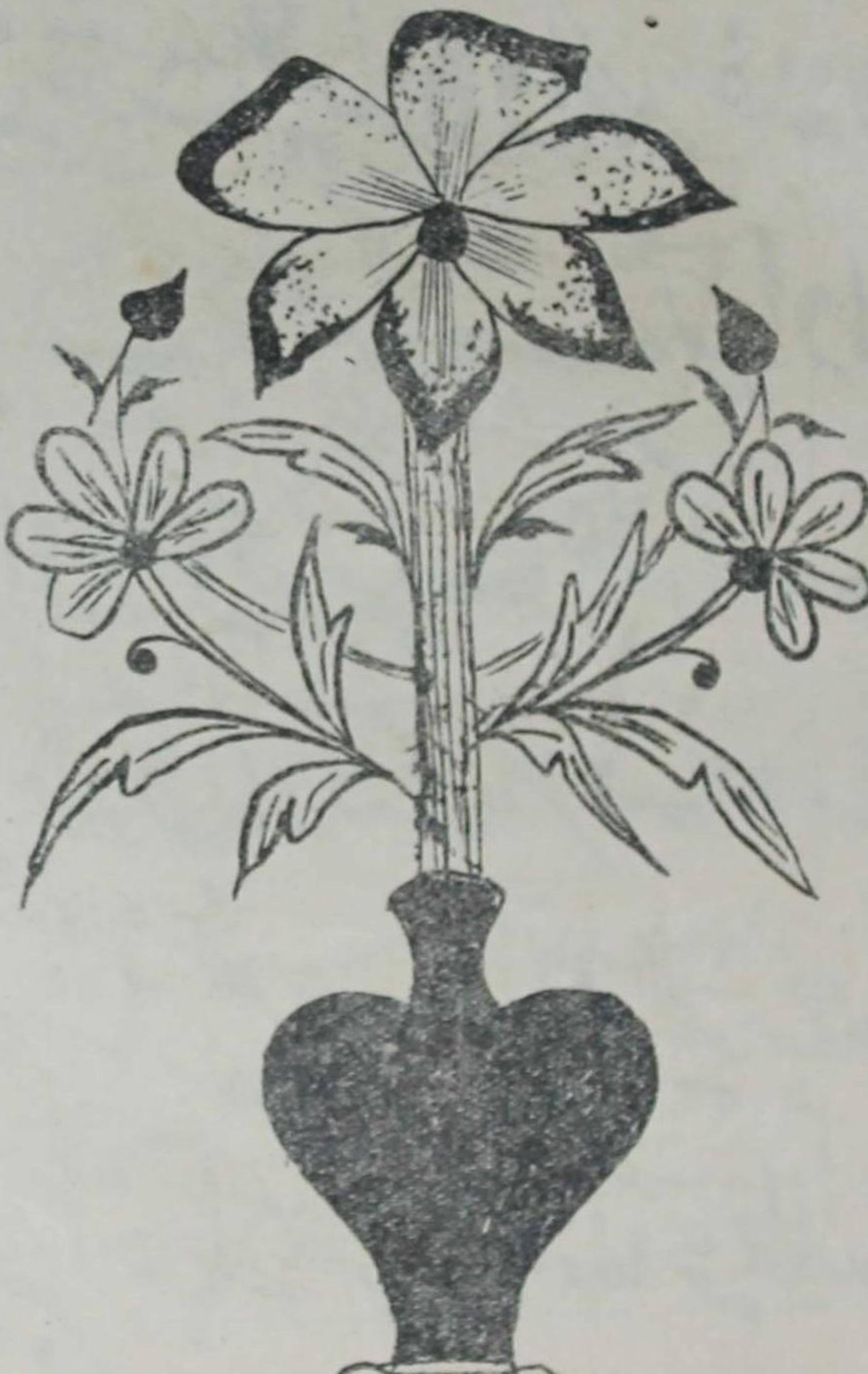
تا مرد درین سرائے ریو و رنگ است
یک لحظہ اگر نشیند ایمن ننگ است
کوتہ نظر یست خوشدلی در دنیا
چشم ہمہ وقت غنچہ زانرو تنگ است

عالم ہمہ درد ہست طبیبے دارد
یعنی کہ محبت حبیبے دارد
کس نیست کہ از عشق در و نورے نیست
ہر ذرہ ز خورشید نصیبے دارد

نصائح و پند سحابی کا حصہ ہے۔

تا خلص می باش حق گزاری این است
نیکی میوہ ز نخیر جاری این است
جز حق مپرست و بر کسے بار میپسند
تفسیر کلام رستگاری این است

در ہر کہ رسی نکو ببین کو نیکوست
کو ساختۂ و خواستۂ حضرت اوست
بر بے سر و سامانی من عیب مکن
شاید کہ مراد دوست چنیں دارد دوست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف (الف)

تن در زدہ آیت اسف[1] خواندن را
جز بر رہِ ذات رخش جاں راندن را
استغفار ست و خوف و عذر و تقصیر
شرط است دویدن از عقب ماندن را

[1] تاسف کرنا

حق کردہ ظہور از ہمہ مر دیدن را
اما کو مرد یک نظر دیدن را
یعنی ز ہزار کعبہ عارف بہ یافت
یک لحظہ بگرد خویش گردیدن را

تا محو شدم آں رخ مہر آئیں را
ہر ذرہ چو مہ نمود چشم دیں را
خواہم کہ ہمیشہ راز او فاش کنم
عالم ہمہ اوست با کہ گویم ایں را

[1] آیت اسف حوالہ ہے قرآن شریف سورۂ یوسف کی طرف۔ وتولی عنہم وقال یا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم

تا چند شنیدن صفت نیکو را
جہدی کہ مگر اہل شوی این خو را
ہر کس بہوا مرغ تواند دیدن
کو آنکہ نہد دام و کند صید او را

ہر کس گم شد ماند نشانہا او را
دادند جہان عقل و جانہا او را
احمدؐ کہ بکنج بندگی ساکن شد
بردند بسیر آسمانہا او را

اے نام ونشان

ہر کس ہر چیز در سرشت است او را
عین مطلوب چون بہشت است او را
انسان خوش نیست جز بانسانیت
چون دیو کہ غیر گبر زشت است او را

ہر کس کہ غم تو در سرشت است او را
گر حور بہشت است کہ زشت است او را
این مرغ گرفتار کش آدم ناست
دام تو بہ از ہشت بہشت است او را

نظّارہ خوش است باغِ رنگ و بو را
امّا نہ تصرّف بگذار این خو را
این شاخِ امل کہ دُنیی اش میخوانند
گل رنگین لیک میوہ تلخ است او را

ہر کس نظرِ عشق مدد کرد او را
شائستۂ رفعتِ ابد کرد او را
آن شاہ جہانِ حُسن چو آئینہ
ہر کس برداشت ہمچو خود کرد او را

ہر چند کہ عالمی ست شیدا او را
جنگ است بہ غیر بینی ما او را
یک خواجہ ہزار بندہ را می شاید
یک بندہ نکو نیست دو مولا را

محتاج فگندن نقاب بند او را
آن فرقہ کہ در طلب شتابند او را
مادام کہ خورشید نیاید بیرون
ہر چند کہ گردند نیابند او را

آں یک ذاتست آئینۂ عالم او را
نے یار و نہ ہم نشیں نہ ہمدم او را
آں فرقہ کہ گفتند کہ او را دیدیم
تہمت کردند ہم خود و ہم او را

ایں خلق کہ نوشیدن و خوردن او را
غافل دارد ز جاں سپردن او را
گر یافت تنعمے بعالم چہ عجب
خوش زیستن است مُزد مردن او را

جز عین تو نیست ہر چہ خواہی او را
وز نظر قبول راہی او را
تا کے گوئی کہ ایں بد و آں نیک است
ہر کس کہ تو نیستی چہ دانی او را

رب العزت خدا است معنے جو را
از مہر پدر چو سود نا نیکو را
گوسالہ نمی شود بجز گوسالہ
ہر چند کہ گاؤ دوست دارد او را

می ناز که من یافته‌ام آن شه را
می ناز که من تاخته‌ام این ره را
می بند خیالی که من یار است او
میگیر بدام هاله مُرغِ مه را

بیننده ز خویش بیش بیند همه را
زاں کآئینه دارِ خویش بیند همه را
یعنی آنکس که هست بیش از همه کس
آنست که عین خویش بیند همه را

عارف بصفائے دل گزیند همه را
بر سر چو هوا سبک نشیند همه را
از خانه برون نرفته چون هر دم چشم
بنشسته بجائے خویش بیند همه را

عارف که چو خود گزیده بیند همه را
خود را ز انساں که دیده بیند همه را
در ذاتِ احد که هیچ از و بیرون نیست
هر کس که رسد رسیده بیند همه را

آئینهٔ نقش جسم و جانی همه را
هستی خود را ابدان که دانی همه را
راز دو جهان و مردهٔ و زندهٔ آن
از خود بشنو که ترجمانی همه را

دیدن بطلب کردن هر کارے را
تا فرق کنی یارے و اغیارے را
در بے بصری فرشته آید دیوت
تاریکیٔ شب نور کند نارے را

عالم چه کنی و عالم آرائی را
همراز نگشته یار شیدائی را
در خانه اگر هزار صورت باشد
درمان نکند درد تنهائی را

در بارگه عشق شد غیرت ما
آن موجب صحو باعث سکرت ما
گفتم که مرا بحضرتت راه دهٔ
آواز بر آمد که توئی حضرت ما

اے مہر تو در سینۂ بے کینۂ ما
وے درد و غم تو یار دیرینۂ ما
جز داغ تو کو تمام عالم را سوخت
چیزے دیگر نماند در سینۂ ما

بکشود در صورت و معنٰے بر ما
بگرفت رہ دنیا و عقبٰے بر ما
خود را دیدیم محو او گردیدیم
ہم از ما کرد حق تجلّٰے بر ما

ہر فرقہ کہ زد حکیم در بارۂ ما
دیدیم نبود غیر آن چارۂ ما
بے حکمت نیست ہر چہ از ما سر زد
مامورۂ اوست نفس امارۂ ما

عشق آمد و کوتاہ شد افسانۂ ما
یعنی کہ نماند غیر جانانۂ ما
فلک برون رفت از وفت
از جوش فرو نشست خمخانۂ ما

بے حکمتے نیست ہر چہ از ما سرزد ازا

دموزادی مکمر

از خلق جهان و هستی فانی ما
دانسته نشد به غیر نادانی ما
حیرانی ما بود مراد از همه چیز
یا رب چه مراد است ز حیرانی ما

یک جلوه نمود دلبر جانی ما
آرام ربود از دل زندانی ما
تا بوی از آن بهشت باقی بردیم
دوزخ گردید هستی فانی ما

تو آئینهٔ وجود مائی عدما
یعنی ما را مگر توان دید به ما
هر چیز که پیداست نمود است نه بود
بُعد است کبودی که بینی نه سما

ما ـ نیست ـ از غیاث

این مردم چشم ساکن بتکده ها
دارند همیشه بر سر عربده ها
ناصبت برون ز بیم شان نتوانم
چون خوردنی از بیان محظی زده ها

اے جنگ جوئی

عرفان طلب از فریضها نافلها
تا چون بلد۔ آبدت بدل قافلها
عارف چو سجود خلق بیند گوید
شد قریهٔ بدن عالیها سافلها

خلق اند همه بر سر کبر و کینها
لاف دینها و دعوی آئینها
حق میگوید بگوش خالص دینان
مقصد چو منم چه اختلاف ست اینها

خود آرائی و ننگ و نام ست اینها
در مذهب عاشقان حرام ست اینها
این علم و فن تو شیوهٔ خاصان نیست
بل آرزوی قبول عام ست اینها

گاهی طلب نعیم دنیا و آئینها
گه در طلب آخرتیم و دینها
تا چند ازین فسانهٔ بیم و امید
یک ره پیش آکه پس نشنید اینها

عشق آمد و سوخت بادِ کفر و دینہا
شد آئینۂ جمالِ او آئینہا
ہر چند کہ علم و فضل گفتم ردکرد
کاسئے کولِ منم مراد و مقصد زینہا

بگذر چو قلندر ز جمالِ دنیا
تا باز رہی ز قیل و قالِ دنیا
گر بتراشند ریش پیشِ مرداں
بہتر کہ بدست پیرہ زالِ دنیا

از بیم زیاں یکے بخشیدہ زجا
سرگشتہ یکے کہ سودش آید زکجا
خوف و رجا خلق دگر چیزے نیست
سیرِ عارف میانِ خوف است و رجا

این گفتہ کہ نیستیٔ ما ہستیٔ ما
ہستی ہمہ اوراست تو ہیچی و فنا
شب گفت بنشگم سفرے خواہم کرد
خنداں شد صبح گز کجا تا بہ کجا

عشق است کہ دل خجل نیابی آنجا
یعنی جز کام دل نیابی آنجا
گر در رہ انساب روی تا آدم
باللہ کہ جز آب و گل نیابی آنجا

گہ جنگ بجود کہ بر در ناہوس آ
گہ طعنہ کہ زرق تا بکے سالوسا
گویا کہ ز مصر دل من خاستہ اند
سحاری فرعون و عصائے موسے

ہر جا کہ توئی قبلہ حاجاتست آنجا
سرہا ہمہ خاک آستانست آنجا
ما را چو مراد آفتاب رخ تست
ہر جا کہ تو باشی آسمانست آنجا

آنہا کہ مجرد اند در راہ فنا
مانند الف ہیچ ندارند اصلا
این نقطہ نطق ہم کہ بر لب دارند
بر زیر زبان نہند چون نقطہ با

خدا کا عشق ایسا ہے کہ ... دل کو ندامت نہیں ...

جز نیستی تو نیست هستی بخدا
ای هشیاران خوش است مستی بخدا
گر بت ز برائے حق پرستی روزے
حقا که رسی ز بت پرستی بخدا

تا گوش دل مرا ز غیب ست ندا
آرام ندارم مگر از خلق جدا
وحشت دارم ز خلق و خلق از ما
این است بلے علامت اهل خدا

المنة لله که بانعام خدا
از خلق رهیدم و شدم رام خدا
هر کس سخنے ازین و آن می گوید
من می گویم نام خدا نام خدا

کس را خوش نیست هر که دولت و گدا
خود دون و گدا کجا راهِ هدا
یعنی هر کس ز خود نگردید جدا
نه خلق موافق است با او نه خدا

سلامت

ہاں چند کنی کہ بشنوے بوئے خدا
گز بوئے خدا رسی تو در کوئے خدا
غولیست ہمی برد بوادی ہلاک
ہر سوئے کہ میروی بجز سوئے خدا

جز غم باتو حوالتت نباشد فردا
جز عقل تو آلتت نباشد فردا
بنگر کہ خدا باتو چہ کرد است امروز
آں کن کہ خجالتت نباشد فردا

اے از تو حقیقت تو بس ناپیدا
با آنکہ توئی زہر چہ پیدا پیدا
توحید طلب عینِ ہمہ اشیا شو
ہمچوں یک جاں در ہمہ اعضا پیدا

حق است دریں تفرقہ کیشاں پیدا
ہم در حق ایں جمع پریشاں پیدا
حق بینش و آئینہ وشخصند ہمہ
ایشاں در حق و حق در ایشاں پیدا

حاشاکه کسی ازخود دشناسد مارا
زاندیشهٔ نیک و بد شناسد مارا
این بیخبران مقلّدِ یکبار گرند
باخبران که خود شناسد مارا

یکدم با خلق نیست کارے مارا
یک لحظه نه در جهان قرارے مارا
جز عشق که از کون و مکان است برون
نه یاری مانده و نه یارے مارا

ترکیب وجود درد وصافی مارا
بے ما شده چیست هرزه لافی مارا
هم آنکه فگنده است مارا در بند
آزاد کند بهر تلافی مارا

بنمود ز پرده آن رُخِ زیبا را
مخفی نگذاشت حسن عشق افزا را
گفتم که جمال باکمالے داری
گفتا عشق است دیدهٔ بینا را

بگذار عجب بزمِ ظہر افتخار را
بردار قدم طیِّ مسافتخار را
یا آبِ خمول بر دفِ شہرت زن
یا آنکہ صلا دردہ افتخار را

در مہرِ احد سوخت ہمہ کیش ہا را
آں کو والست مدعا دین ہا را
ہر فرقہ بہم بر سرِ دنیا در جنگ
آوردہ بہانہ دین و آئین ہا را

ناگشتہ رفیق رہ روانے یارا
در ورطۂ ایں طلب کہ دارد یارا
خضر بندہ بگیر و گرد خضر بندہ بگرد
ملاح طلب کن سفرِ دریا را

ہر چند کہ ہست آمد و شد ما را
بر حالِ خود است ذاتِ آں یکتا را
از خلق ملالتے نہ دارد خالق
از موج تعب نمی شود دریا را

گر جز و زکل فائده مند است ترا
هر خوبی و زشت وفق بند است ترا
نے علم لدن نہ عقل کل داری تو
چون رد کنی انچہ ناپسند است ترا

جز حال تو گر بحق وصال است ترا
هر رفته[۱] و آینده[۲] محال است ترا
گفتی که قیامت آید و نیست شکے
آرے ان نیز شرح حال است ترا

در عشق که بے نام و نہ کام است ترا
محو معشوق این مقام است ترا
هرگاه نوازشے از و جستم گفت
گر عاشقی آرزو حرام است ترا

تا دل بسوئے خود نگرانست ترا
جانان تو از دیده نهان است ترا
خواهش موافق مرادِ خود نیست
چندین شک و یاس شکوه زان است ترا

۱ـ زمان ماضی ۲ـ مستقبل

ای بندهٔ حرص کرده جسم و جان را
معذوری - اگر بجوئے آزادان را
چیزے که غنی را سوئے درویش برد
لطف و کرم است و تو نداری آن را

در عالمِ صورتِ غم جانست ترا
معنیٔ تو جانِ جاودانست ترا
تا محسوسست غایتِ محسوسست
این حیرانی و خوف از انست ترا

از ارض و سما طعنه هزار است ترا
یکحرف که نه بقدر کار است ترا
ایمن از خواهی ز دشمن دهر مرو
بیرون ز حد خود که حصار است ترا

ای دل که طریق دوستی خوست ترا
این شیوه نکوست لیک با دوست ترا
از هرچه نه اوست روی برتاب ایدل
رو با او کن که کار با اوست ترا

اے گروہ مجاز ابدی پست ترا
نا دادہ حقیقت ازل دست ترا
سیر طلب تو باز گون بود ہمہ عمر
زان جوی بسر چشمہ نہ پیوست ترا

تا بیرونی ز خود یقین نیست ترا
در خلوت سینہ شمع دین نیست ترا
نطق احد و صورت احمد داری
اما چکنم کہ دید این نیست ترا

خورشید وجود در رو برو نیست ترا
تا پشت بہ کام و آرزو نیست ترا
ہمچون مہ چاردہ نہ در حد کمال
زانی کہ تمام رو بہ او نیست ترا

اے آنکہ بحق تعلقے نیست ترا
دیگر با خود تو فقے نیست ترا
با عشق تکلف شکنی چون سازد
ہستی کہ بجز تکلفے نیست ترا

حق چون بجهان بود آورد ترا
بودِ همه در نمود آورد ترا
گفتی که کے آورد جهان را بوجود
آن روز که در وجود آورد ترا

گه آبِ جمال داده گلزارِ ترا
گه آتشِ قهر زد خس و خارِ ترا
اے آمده در شور که او کو او کو
این کیست که گرم کرده بازارِ ترا

آگاه نکرد عقلِ مغرور ترا
از عشق اگرچه ساخت مشهور ترا
شب دور بنورِ شمع نتوانی دید
بل بیند آنکه جوید از دور ترا

قرآن ہادیست گرچہ ہر ملّت را
وسط خواہد نہ کثرت و قلّت را
ہرچند عسل ہست شفاء للناس
اما نہ ہمہ مرض نہ ہر علّت را

هرگاه که شکر و شکوه بوده ترا
او چشم تو بر کارِ تو بگشوده ترا
آنکس که تو حالِ خود به او میگوئی
آگاه نهٔ که او به تو بنموده ترا

مرد آخر در نوشته بیند خود را
گر دیو اگر فرشته بیند خود را
زاں خوانند از گذشتگاں افسانه
تا هر کس از آں گذشته بیند خود را

هر یاوه چگونه رند گوید خود را
ور میگوید ز عند گوید خود را
هم گفتنِ او گواه کذابی اوست
هندی که ز غیرِ هند گوید خود را

ثنائی بسلوک کرده سالک خود را
انداخته در چاهِ مهالک خود را
یا عامیِ عام باش یا عارفِ خاص
یعنی مپسند بین ذالک خود را

ط عند یعنی نزدیک مراد از طرف خود

بے صدرہ در بلا نہادن خود را
کس نتوانست پند دادن خود را
بسیار افتادہ کودک و گرید از درد
تا حفظ کند ز او فتادن خود را

تحقیق گہے کہ رو نماید خود را
حق از ہمہ رو نکو نماید خود را
زانرو خود بیں بخود اسیر است کہ حق
در صورت او باز نماید خود را

گہ نورِ علا مقام بینم خود را
گہ ظلّ و گہے ظلام بینم خود را
چشم ز فلک بروں و شخصم در خاک
یارب چہ کنم کدام بینم خود را

صاحب نظرے کہ کرد روشن خود را
پیشِ حق دید آئینۂ فن خود را
ہرگز نتواں دید مرا یعنی چہ
یعنی کہ نہ بیں بدیدۂ من خود را

منمائے باین خلق مجازی خود را
مشهور مکن شکسته سازی خود را
خود میدانی که اهلِ مجلس کورند
اے شمع بهرزه می گدازی خود را

چون بادِ فنا گرفت پیش وپس را
جز هیچ هیچ کار ناید کس را
امید اگر هست سبکباران راست
طوفان باد یار باشد خس را

یک لحظه نکرد جرعهٔ مست مرا
یکدم شوخی بزم نه نشست مرا
هر چند نظر کردم کیفیت عمر
آن بود که بر نیامد از دست مرا

عشق آمد و ساخت چابک و چست مرا
وز عالمِ جسم و جان برون جست مرا
از چشمهٔ دید آبِ حقیقت جوشید
وز گرد مجاز خویش فرو شست مرا

نے ہستی و نے کبر و نہ لافست مرا
اے جان جہان جائے معافست مرا
بر من عمل تباہ اثبات مکن
بر ہیچ خود چو اعتراف است مرا

ہر گاہ آمد ہستی من یاد مرا
در ہفت اندام لرزہ افتاد مرا
یعنے ہر گہ بکس نزاعے کردم
ہر خشم من سزائے من داد مرا

گہ گریہ کہ بہرہ نیفتاد مرا
گہ آہ کہ رفت عمر برباد مرا
یکسو غم زیست یکسو اندیشۂ مرگ
بردند خدا پرستی از یاد مرا

با بد ز سخن باو نظر کرد ترا
وز خانۂ حرف سر بدر کرد ترا
چون یار بگوچہ زد نوائے و گذشت
از رفتن خویش خبر کرد مرا

از جام یقین شراب دادند مرا
وز عین حقیقت آب دادند مرا
از آدم تا خاتم هر کس را خواندم
در پردهٔ من جواب دادند مرا

در خلق اگر شه ار گدا بود مرا
از پردهٔ توحید نوا بود مرا
هرچند که مرد بود بیگانه بمن
هر چیز که گفت آشنا بود مرا

اے ساقی عشق بے خبر ساز مرا
در بے خبری زیر و زبر ساز مرا
زین هستی خویشتن ملولم بسیار
جامے بده وکس و کو ساز مرا

دعوائے خوش نیست گرچه با ناس مرا
یعنی میدار گو بدم پاس مرا
فرمود که لا نبی بعدی احمد
آمانه شنیده ام که مشناس مرا

می آید ازیں ہستیٔ من ننگ مرا
بیروں ز حدِ شکست آہنگ مرا
از من دوں تر ضعیف تر شخصے نیست
دیں طرفہ کہ ہست عالمے تنگ مرا

ہاں غیر مگوئے آدم و خاتم را
از خویش طلب کن ایں دم و آں دم را
کافیست ترا شخص بود سایۂ تو
اظہارِ حقیقت ہمہ عالم را

پیوستہ کشیم تمتع یک دم را
صد محنت گرم و سرد بیش و کم را
از بہر جہاں کہ طعمۂ خواہم خورد
برداشتہ ام گرانیٔ عالم را

اے جان و دل آزردہ و ریش تو مرا
ہر دم زخمے ز تیر کیش تو مرا
خوش نیست ز حد بروں چہ ی ورنہ
باید بے حد نیاز پیش تو مرا

هست از هستی خویش اکراه مرا
غیر از الله نیست دل خواه مرا
من فارغم از سود و زیان عالم
حبّ لله است و بغض لله مرا

اشاره است بحدیث الحب لله والبغض لله

بگرفته ز بس عشق سراپائے مرا
نگذاشته در خاطر من جائے مرا
امروز چنان پُرست از وی دلِ تنگ
کانجا نبود رهِ غمِ فردائے مرا

تسبیح چه سود مردِ بے عرفان را
جز آنکه شناسد مگر آن سلطان را
هر چیز که گوید آدمی تسبیح است
گر بشناسد بواجبی سبحان را

آن گنج خفی نکرد ظاهر شان را
تا خلق نکرد حضرت انسان را
شمع است نماینده کس در شب تار
هر چند که خود ساخته باشد آن را

عالم جنگست مختلف کیشاں را
با جملہ یگانگی حق اندیشاں را
ہر شاہ بحفظِ مذہبے و دینے است
توحید نبود غیر درویشاں را

بگذار بکارِ خویشتن مرداں را
مپسند امید و بیم این و آں را
ہر چیز کہ جز توکل و تفویض است
جز وسوسہ نیست رجم کن شیطاں را

جاناں خواہند عاشقاں نہ جاں را
جنگ است بجان و دل غم ہجراں را
از ہر چہ اِبا کردہ دل صاحب دل،
صد واسطہ پیدا شد منع آں را

تا نبر تحیت و تحیت خواں را
از بے غرضی شناس پاکی جاں را
چیزے نہ بود بہ از دعا انساں را
اما نہ لب گدا انچہ خواہند آں را

(۱) وسوسہ = خطرۂ بد
۱۹۰۱-۱۹۰۲

تفویض = سپردن کار خود بخدا

عالم که اله آفریده است آن را
بد گفتن آن رخنه کند ایمان را
نشناختگان مختلف نیک و بد اند
بد ممکن نیست دیدهٔ عرفان را

هر نفس بدے نیک شود عرفان را
گر بشناسی بحکم صاحب شان را
سگ اہلِ محله را بود دربانے
هر چند که دزد خوش ندارد آنرا

آن راه که اہلِ خبر پویند آن را
راهیست که ترکِ خویش گویند آن را
حق بیشتر است از تو در جستن تو
خود چیست سوائے او که جویند آنرا

مابین دو عقل و علم مفتونان را
یک ابلهیست بندره دونان را
زان بند اگر روی به آنسو زین سو
ابله بینی همه فلاطونان را

منقول از در انتخاب شده - مستفید - عاشق

نارستہ زخود نخواستۂ جانان را
نہ اینان راست راہ نہ آنان را
مغرور در اغنیا رو فاسق در جبر
راہے بمیان صد دو رہ وا نا ز را

ردیف (ب)

خورشید صفت نمودی و بردی تاب
از ہر کہ بجز تست دریں دیر خراب
کردی نظرے و عالم دل بردی
آرے آرے بقدر خیر است ثواب

ہیخواہ گر آدمی زحق راہِ ثواب
کارے ہیکن کہ یابی اجری و ثواب
دست بدعا تہی و از جود تہی
یکساں آید بپائے مانندِ دواب

دُنیا چہ بود بچشم عالی مشرب
آب و علفِ خرانِ بے ربط و ادب
خلقے بجز و مش و در میاں چیزے نہ،
چندیں غوغا و قصہ ایں است عجب

جانم ز وصال بر فروزاں یارب
چشم ز جمالِ بد بدوزاں یارب
پروردۂ تست جملہ سر تا پایم،
پروردۂ خویش را مسوزاں یارب

از عبد بہ گفتگوئے عبد ست طلب
بل باعثِ گویائی رب است طلب
فرش آندم عرش است کہ در خلوت راز
یا ربی عبد گفت یا عبدی رب

جز نورِ احد بینش را نیست ادب
از نقش و عدد بغیر کوری مطلب
در وحدتِ آفتاب روشن شد روز،
با کثرت سیارہ سیاہ آمد شب

ہاں زشت فراموش کن و خوب طلب
در محو محب لقائے محبوب طلب
از بند طلب پائے برون نہ دیگر
یعنی سر آں بدست مطلوب طلب

تا چند ازیں فقر غنائے بطلب
از اصل بفرع رہنمائے بطلب
در شیخی و زاہدی ہماں عاشق شو
از بوم چہ خیزدت ہمائے بطلب

در یاری نیست ہرگزم کام و طرب
جز پاس دل یار کہ ایں است ادب
در عشق دوئی راہ ندارد یعنی
یا خاطر خویش یا دل دوست طلب

---

۵ کہ مستعد نیست ادب
با مرد ہماں کند کہ آتش بحطب
گر نیست جمالیت بعشاق مباش
خود خصم خود است زشت آئینہ طلب

۵ خدا کی تلاش میں تو یہ خواہش کر کہ تیرے بلانے سے وہ ملجائیگا - بلکہ خدا کے ہاتھ میں اس طلب کے سرے کو چھوڑ دے یعنی خدا میں فنا ہو کر بقا حاصل کر

در وجه اقتد خلق چه زشت و چه خوب
محو اند چو انجم بر مهر و مغلوب
در عین علیؑ نور الوهیت بود
زان بود تعین خلافت محجوب

زاهد همه روز گوشهٔ غم تائب
تا خلق شود به بندگیش راغب
گفتند بعنکبوت چند از خانه
گفتا نرسم مگس فتد من غائب

هستی مرا گشت هنرها همه عیب
ناگاه چو افتاد بر او پرتو غیب
نیلوفر صبح خودنمائی میکرد
چون مهر بلند شد فرو رفت بجیب

اندیشهٔ عیب تا کنی نیست نصیب
در منزل توحید که آنجاست حبیب
تا چند ازین و آن دعا میخواهی
رو با حق کن که اوست داعی و مجیب

تا چند پئے جنت ابلہ ترغیب
آزار کشی وبا زمانی زجیب
زانگو کہ اہلِ زرق دستاں سازند
یک شہوتِ را ہزار عفت بفریب

ہر لحظہ جمالے وجلالیست زغیب
گہ جملہ ہنر بینی وگاہے ہمہ عیب
غیر از یک شاہ نیست موجود و لے
بر روئے یقیں نقاب شک دارد - وریب

گو خلق فن تو جوئی اے محرم غیب
بگذار تو راہ و رسم بہشتی شک و ریب
میموں کہ کند روش چو آدم ہنر است
آدم کہ شود مقلد میموں عیب

نے دولتِ جم[1] طلب نہ جاہِ گشتاسپ[2]
آدم نشود کسے بگاؤ خر و اسپ
بہنر ز تو ہیچ چیز در عالم نیست
دست از ہمہ باز دار و بر خویش بچسپ

خواص فضائل کو حاصل کرنے میں ہزار طرح کی باتیں اس کے جواز کے پیدا کر لیتے ہیں۔

دستاں - مکر و فریب

میموں - بندر

۱ - جمشید ۲ - گشتاسپ

ردیف ت

سلطانِ ازل که سایه بر ما انداخت
چون پرتوِ خود بباغ و صحرا انداخت
بنشاند ببزم عالِ اہلِ دل را
نا اہلاں را وعدہ بفردا انداخت

عارف چو نظر بمرقدِ مغفور انداخت
از یک نظرش بعالمِ نور انداخت
آنرا که برانید پئے علم و عمل
نا قابلِ دید و ز خودش دور انداخت

گر مرکبِ عشقِ نیکواں خواہی تاخت
با سوختگی چو شمع می باید ساخت
دانی ز چه شد شاہدِ ہر بزمے شمع
کاسائش جمع جست و خود را در باخت

در عرصهٔ عالم کہ بسے طرح انداخت
ہر کس خرے اسپے و فیلے تاخت
جز در پیدن ندیدم و بر چیدن
معلوم نشد کہ برد بازی و کہ باخت

در عرصهٔ عالم کہ بسے طرح انداخت
ہر کس بطریق و روشے اسپے تاخت
دیدم کہ بشاہ کہ نتواں و بدش
بشناختمش چنانکہ نتوانش شناخت

بے نقطۂ خود کس ایں دوائر نشناخت
غافل زیں دم اول و آخر نشناخت
او در اخواہی ز وقت خود دور مشو
غائب چہ شناخت انچہ حاضر نشناخت

آگاہ چو گوش بر حقیقت انداخت
در شاہ و گدا یک نفسش سرخوش ساخت
در صنعت نائی چہ تفاوت واقع
گر نغمہ بلند کرد و گر پست نواخت

دل سخت مکن وانه صفت چون کمبخت
بر فرش بهار آب وآم و ارغوا اخت
در خلق ظهور عشق تکمیل و بیت
هیزم پے آتش است و آتش پی پخت

هر چند کہ هست دولت از نعمت و بخت
باریست گران چو شد بر و ں از حد سخت
بسیاریٔ مال و جاہِ مرد آفت اوست
انبوهے میوه بشکند شاخ درخت

مرد انچه بتمام عمر هستی اندوخت
ناگه همه را بیکدم از عشق فروخت
بست از خاشاک خانه درویشی
بیکدم بچراغے که برافروخت بسوخت'

صاحب نظرے که در بقا حال افروخت
از هرچه فناست چشم امید بدوخت
ناگشت دلِ تو پاک خلقے هر دو ند
نا خام نه پخت همه بسیار بسوخت"

صاحب نظرے کہ در بقا جان افروخت
از ہر چہ فناست چشم امید بدوخت
تا گشت دل تو پاک خلقے شد خاک،
تا خامی پخت ہمہ بسیار بسوخت

بشنو سخنے کہ اہل ہدایت کندت
در ہر دو جہاں کار کفایت کندت
در خدمت کوش و در ادب تا ہمہ جا
درویش دعا غنی رعایت کندت

ہرگز بمکانے نبرد آنخورت
کانجا نشود مبدل مکانِ دگرت
تا دل بفضائے لامکانت نرود
ہر جا کہ روی کم نشود دردِ سرت

دنیائے دنی بہر صفت محبوب است
ہر چند کہ غالبے درو مغلوب است
میگفت بشکوہ کوئی خر با سر خر
جور انو خوری و چوب را امن خوب است

نمونۂ انجمن

اے آنکہ ز معرفت بفرقت تاج است
با نسبت شئی کہ عالمش محتاج است
بکشاے نظر کہ ہر نظر دیداریست
بردار قدم کہ ہر قدم معراج است

سرچشمۂ قیل و قال جمہور کجاست
آن آمدگی تشنۂ مہجور کجاست
ہر کس بگرفتہ پرتوے از دگرے
کس آگہ نیست کاصل این نور کجاست

ہر جا عشق است کام و ناکام کجاست
سیمرغ اسیر دانہ و دام کجاست
افسانۂ ہر دو کون بر دل خواندم
او می نالد ہمانکہ آرام کجاست

عہد و پیوند خلق عالم ہیچ است
امید و ہراس و شادی و غم ہیچ است
جان را با تن چو نسبتے اصلی نیست
صد سالہ ملاقات بیکدم ہیچ است

فرشتے دیدم کہ نقش او ہوش رباست
مفروش براہے کہ نہ حدّش پیداست
ہرکس کہ زرہ رسید یک لحظہ بر او
بنشست و شمرد نقش چند و برخاست

---

۵ دنیا کاہلش اسیر چون و چند است
عبرت گہ مردم سعادتمند است
زندان نہ ہمیں دزد و غدار را بند است
ایشانرا و دیگران را پند است

ن شرح

ہر چیز کہ جز خدائے نامے چند است
نامی چند است و بہر عامی چند است
تکلیف و نماز و حج و ہر چیز کہ ہست
جوشے ز پئے پختن خامی چند است

ن تکلیف نماز روزہ و حج و زکوٰۃ

آنکس کہ مقیم گوشۂ فقر و فناست
داند کہ بقائے رہروان تا بکجاست
احوال زمانہ گوشہ گیران دانند
بازی ز کنار عرصہ بہتر پیداست

ن مقام

---

۵ سعادتمند کے لئے دنیا جائے عبرت ہے۔ کیونکہ دنیا کے لوگ اسی میں گرفتار ہیں کہ کس طرح اور کس قدر حاصل کرنا چاہیئے۔ جیلخانہ صرف چوروں کے قید کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ چوروں و اچھے لوگوں کی عبرت کے لئے ہے۔

در دیدهٔ عقل کش مه از که پیداست
کوری دلِ غافل خود به پیداست
زانگونه که پیشِ مردم بیننده
بیعزتی گدائے فربه پیداست

صبح است گل و نسیم را بازار است
در هرچه نظر کنی دگر دیدار است
هر خار و خس باغ جمالے دارد
لیکن ز من و تو دیدهٔ درکار است

هرچند که عقل مرد بر کار تر است
سنگین تر و بیش تر گرفتار تر است
سبقت برهِ عشق ز ترکِ هستی است
از قافله پیشتر سبکبار تر است

از خلق جهان آنکه خبردار تر است
مفلس تر و خامش تر و بیکار تر است
در باغ به سرو باغبانے میگفت
خوش میوه ترین درخت کم بار تر است

نشاط تر و مفلس تر

در محبوبی ہر آنکہ او بیشتر است
در حق محباں کرم اندیش تر است
گفتند بعاشقے کہ محبوب تو کیست
گفتا آنکس کہ لطف او بیشتر است

درویش ز اہل فضل وارستہ تر ست
دل خستہ تر است ہر کہ دل بستہ تر ست
یک ذرہ بہ تراز و نظرے کن کہ درو
ہر سر کہ سبک تر است برجستہ تر است

[illegible]

تحقیق گذشتنی خوش آیندہ تر است
از ہر روشے قدر فزایندہ تر است
نرمی و لطافت است صیادی خلق
دامان حریر خس ربایندہ تر است

صاحب نظرِ عشق کہ عالی گہر است
آرامگہش ز ہر دو عالم بدر است
عز و نیاز اہل دنیا ست ہمہ
قدرے کہ و جو نذر گذرگاہ و خر است

حیلہ

تا لعل لبش آب بر آب رز است
من می نخورم ز شیشه کو خام پرست
از دیدن ما یار شود در رنگ برنگ
ما بے رنگیم و یار ما رنگ رز است

گر با خودی از خوف و رجا در دسر است
ور با خلقی ز ماجرا در دسر است
از فقر ملال و از غنا در دسر است
حاصل همه چیز جز خدا در دسر است

آں کو در خوف و در رجا بار ور است
ز انسانی و آدمی گری بے خبر است
کون خر را آنچه بود شائسته
چوب خر کار و دست کیختن کر است

این هستی تو هستی هست دگر است
این مستی تو مستی مست دگر است
زنهار مشو غره که دستے دارم
کیں دست تو آستین دست دگر است

موجود یکے و چند و چوں زود و راست
ہر چند باسم و صفتِ مذکور است،
خلق اند ہمیں اسے کلے و شربے آرے
آب و گل ہم باب و گل معمور است

جنّت زلقائے دوست پرتوگیر است
ہر فرع کہ ہست اصل را تفسیر است
خندیدنِ مرد صورتِ خوش وقتیست،
زاں گونہ کہ گل بہار را تعبیر است

خلقِ خوشِ تو بہار و باغِ تو بس است
تسلیم و رضا چشم و چراغِ تو بس است
ورنہ انکہ نعوذ باللہ ایں وصفِ تو نیست
محرومئ ایں خصال داغِ تو بس است

آنم کہ خروش و جوشِ من یکنفس است
ہر دم مبتلم بسوئے ہر چیز و کس است
دریائے محبت است ایں سینۂ من،
در ہر موجش ہزار خاشاک و خس است،

گفتم که دو بوس زان لبانم هوس است
یک بوسه بداد و گفت حالا تا بس است
گفتم دگرے خنده زد و گفت آرے
در آرزوے دوباره بسیار کس است

هر چند که مرد لب خمش رو ترش است
گر همنفسے بود سبک روح خوش است
یعنی که سخن مختصر کے همچو ابر
گر خود دریاست بے نسیمے خمش است

هر چیز بوصل و هجر معشوق وش است
پیوسته اگر بود ملال ارت و غش است
خوشتر ز نفس نیست کسے را چیزے
آن نیز همی در آمد و رفت خوش است

با ذات بهر صفت گرائید خوشست
نغمه بهر آهنگ سرائید خوشست
از بهر خدا هیچ عمل ضایع نیست
در خلد ز هر در که در آیند خوشست

خوب خوب است اسرار خوب

له سلام بحیر خوردی با منافقت بحر ولاس

وصلِ تو بهر صفت که جویند خوش است
راهِ تو بهر قدم که پویند خوش است
روئے تو بهر چشم که بینند نکوست
نامِ تو بهر زبان که گویند خوش است

کامل متواضع و نیاز اندیش است
ناقص متکبر است و کبرش کیش است
خورشید مرید ذرہائے خویش است
هرچند کمال بیش ازاوست بیش است

این بادیہ خشک مهلکہ بیش از بیش است
گلهاش تمام خار و خارش نیش است
بے نان نروی که هیچش آبادی نیست
آبے بردار کاتشنے در پیش است

راضی بودن ازانکه اهلِ سخط است
با یاری اهلِ کفر بر یک نمط است
لطفے که بجائے خود نباشد قهر است
چشمے که بچشم خانه نبود سقط است

ملا طرفی

هر چند انسان از قلم صنع خط است
بسیار خیال غلطش در نمط است
سبحان الله چه حکمت پاکی است
یک نکته راست کاندرو صد غلط است

این خلق که عقل را بخود ناخلف است
بی خوف و رجائے نار و جنت تلف است
چون خر که براه راست آرند او را
خوف چوب است یا رجائے علف است

جهد است و طلب که چست و رفوت ناک است
دیگر همه کاهلی آب و خاک است
اشکم ز دویدن آن سر کو دریافت
هر طفل که شوخ نیست بے ادراک است

هر چند که حق بری ز تخت و فوق است
از دیدارش دو کون محو شوق است
بے خود همه در نظارهٔ آن ذات ابد
این خوف و رجا نیست که شوق و ذوق است

هر کس که درین جهان رنگارنگ است
بازش بسوئے شہر عدم آہنگ است
خلق بسیار و اندک گذرند
یک یک گذرند غالبا رہ تنگ است

در مشرب آنکس کہ بیاں را اہل است
علمے کہ بعشق رہ نیابد جہل است
این نکتہ خوش آمدم کہ مستے میگفت
ہر بادہ کہ نشہ ندارد سہل است

کامل گوید جہاں تمام و اہل است
ناقص گوید کہ کوتہ است و سہل ست
شطرنج ہماں عرصہ ہماں رخت ہماں
ایں بردن و باختن ز علم و جہل است

سلطانی و کبر و عجب و مستی سہل است
درویشی و فقر و تنگدستی سہل است
خود را برساں بجائے جا و دانی
ورنہ دو سہ روز ہرچہ ہستی سہل است

چون یم از ماست آبِ یم هم از ماست
بسیار چو از ماست کم هم از ماست
ما اهلِ دلیم و عالمے زیرِ نظر
چون جام بدستِ ماست جم هم از ماست

بسیار ابلہ کہ عاقلش تسلیم است
از زر و قبول دلش در بیم است
در کوچہ تنگے کہ خرے میگذرد
رہ دادنِ او نہ از رہِ تعظیم است

در دورِ فلک کہ بردن و باختن است
ہر اوج پے حضیض در ساختن است
غافل باشد کہ رفعتِ خود داند
برداشتنی کہ بہرِ انداختن است

ہر چند ترا ملالِ لب دوختن است
استعدادِ جمال اندوختن است
افسردگی تو گرمی آرد آخر
ہر شمع کہ ہست بہرِ افروختن است

دائم دل و جاں از و درافروختن است
گر ساختن است از و و گر سوختن است
از حق کرم و لطف تمنا کردن،
مہر و مہ را روشنی آموختن است

کبر و نخوت نہ از خرد داشتن است
بل خلق را بخویش بد داشتن است
خلق عالم بتمام اعضائے ہم اند
تعظیم ہمہ حرمت خود داشتن است

توحید چو آفتاب تاباں شدن است
زیں شپرہ طبعاں نہ ہراساں شدن است
گر خلق ایں است عزلتے لازم نیست،
از کور چہ احتیاج پنہاں شدن است

کس را چہ غم زباں ہر مرد و زن است
تا در پے سود خواہی خویشتن است
در دہر بس ایام شر انگیز است اما
طاعون و وبا ملتمس گورکن است

یادِ تو اگر مونسِ جانِ منست
در عالمِ آرامِ من آتش فگن است
این قصه که باور نکند از من که مرا
گلزار بهشت دوزخ شعله زن است

هر چند که عالمے بمن نعره زن است
از من نبرند آنچه آن حقّ من است
در محکمهٔ قضا کر از هر دعوے
من خاموشم وکیلِ من در سخن است

پرسیدم از ابلیس که هجران وطن است
چون آدمیان چرا نه طاعت نه فن است
گفتا که نشد کار مرا با این راست
ورنه بد و نیک در جهان پیشِ من است

بے بهره ز خلقم آنچه بهر است این است
وارستگی از بلائے دهر است این است
بگذشت ز من تند گرسپے گفتم
آن لطف که در صورتِ قهر است این است

در وے نرسد کسے جلالش اینست
او در ہمہ کس رسد جمالش اینست
جز در خود نیست جائے گنجائشِ او
تو ترکِ خیال کن وصالش اینست

موجودِ حقیقی یکے و یک دیں است
ہر چند کہ او معنیٔ یک آئیں است
ہر کس گوید کہ من چشم نہ چنان
اشخاص مجاز را حقیقت ایں است

مخلص می باش حق گذاری ایں است
نیکی ہمہ روز خیر جاری ایں است
جز حق مپرست و ہر کسے بد مپسند
تفسیر کلام رستگاری ایں است

شو ریدۂ عشق را کہ بے تمکیں است
در کل ہمہ گفتگوئے جز وایں است
در بحر بگشتی آب جو میدارند
زانروے کہ بحر تلخ و جو شیریں است

پیری ہمہ یاس است۔ مشوش زانست
برنائی۔ امید۔ خرم وخوش زانست
در باغ جہاں کہ جز اجل چیزے نیست،
گل مژدهٔ میوه است و دلکش زانست

خوش آنکہ بوصل خویش واصل شده است
بیروں از قید سہل و مشکل شده است
فخر از عزت مدار و ننگ از خواری،
کایں خاک بسے گل شده و گِل شده است

حق کز ہمہ چیز جل رب خواں شده است
از غایت پیدائی پنہاں شده است
او در سخنی و زباں او نشناسند،
حاجت بہ نبوت از پی آں شده است

عارف زخم عشق شرابے زده است
زاہد در زہد خویش خوابے زده است
عالم چو کتابست و در دہر شخصے
بر قدر طبیعت انتخابے زده است،

قحطے

قحطے صروان قادران آمدہ است
وقت دو نان و قاصران آمدہ است
خامند و گج و غور د و ہمہ خلق آرے
پاکیز جہاں بآخراں آمدہ است

با آنکہ فلک زکاف ولون آمدہ است
بسیار تہی و بد سکون آمدہ است
در جام حباب آب نتواں خوردن
ہر چند کہ از آب بروں آمدہ است

چندانکہ در و لطافت و محبوبی است
در جانِ من آرزوے آں مطلوبی است
چوں ماہ تمام مہر آمزد و شدہ ام
آرے آرے عشق بقدرِ خوبی است

عارف کہ دلش آئینہ صنعِ خدا است
زاں آئینہ انوارِ الٰہی پیدا است
ہر کس کہ بحق سپرد خود را حق است
چوں قطرہ بحر متصل شد دریا است

هر چند ظهورِ واجب اندر همه جاست
عرفانِ وجوب با تنگ ظرف کجاست
از مایهٔ بحر کیسه خالی باشد،
هر چند حباب درمیانِ دریاست

هر چند که علم و جہلِ ما پیش و پسے است
جاہل مشو و بداں که در علم کسے است
شخصے که اگر چیزے ندانست مخند
بگری که ترا نیز ندانسته بسے است

آنرا که بتحقیق نظر افتاد است،
هر نیک و بدے که هست دلشاد است
کج بودنِ زلف و راستیِ قامت
عاقل داند که کارِ یک استاد است

مادام که مرد پائے بندِ دنیا است
اظهارِ غناش دعوئے بے معنیٰ است
تن ناں خواهد اگرچه جانش پاک است
خر بے که و جو میرد اگر از عیسیٰ است

کاه

یکچند ز قیل و قال صہبا نوشی است
وانگاہ بحالِ زار ہم آغوشی است
چون جوشیدن کہ ہست بہرِ پختن
مقصد ز خروش این ہمہ خاموشی است

این پاک نہاد کش جبلّت خاکی است
دینش ہمہ خاموشی و ملت پاکی است
بسیاریٔ گفت از کمیٔ عقل است
تیزیٔ نفس دلیلِ علّت ناکی است

ہرکس بکسِ دگر بدعوی بہی است
این فتنہ خروش گنبد چرخ تہی است
چون آمدہ ایم جملہ از عالم غیب
خوئے اصلی ہر کسے بادشہی است

مادام کہ سرِّ مَن عَرَف پیدا نیست
جز خدمت مردانِ رہت مبدا نیست
اے پاک شمہ ندیدہ از خویش و ہنوز
وقتِ طلب است وقتِ استغنا نیست

آنرا که زهر دو کون استغنا نیست
در بارگهِ عشق مقدس جا نیست
هر جا که مگس پرد چه بالا و چه پست
جز شیفتهٔ دریوزهٔ حلوا نیست

شاهست قضا که رایتش حاجت نیست
وز غایتِ شان روایتش حاجت نیست
یعنی بسخن چو راستی پیشه کنی
سوگند و حدیث و آیتش حاجت نیست

یک کس که از و بوئے وجود آید نیست
یک حرف که از روئے شهود آید نیست
هر چند در اوضاع جهان می نگرم
یک چیز که دل بآن فرود آید نیست

دردِ ما را که غیر ما در خور نیست
غیر از تسلیم چارهٔ دیگر نیست
خاموشانش بکشتگان می مانند
قطع نفس از قطع گلو کمتر نیست

در منزل ما دنیا و دیں هرگز نیست
غیر از یکذات در یقیں هرگز نیست
تا در سپری تخت و فوق داری
در راه دو بر زمیں هرگز نیست

گلزار جهاں که آب در جانش نیست
بی ابر ترحم تو بارانش نیست
از بسکه لطیفی و شریفی و جمیل
کس نیست که از تو چشم احسانش نیست

کس را حد تقرب صانع نیست
صانع همه تا نرسد فارغ نیست
ره نیست بزم شه گدا را اما
گر شاه رود بکنج او مانع نیست

کوچک بودن بزرگ را کوچک نیست
آں کوچکی از کمال باشد شک نیست
ور زانکه پدر زباں کودک گوید
عاقل داند که آں پدر کودک نیست

یک تن به همه جهان آب و گل نیست
گو را چو نور رخ و راستے حاصل نیست
ہر جاں دارے چو خویش باید دانست
ہر کس کہ ندانستہ چنیں عادل نیست '

آدم تہی از وصف نکو آدم نیست
ہر دل رنجاں زشت خو آدم نیست
ہر کس کہ ندیدہ او خراشے از عشق
انکارۂ آدم است او آدم نیست

پیش عارف دو کون جز یکدم نیست
خوف غیر از کوتہی آدم نیست
بگریخت ز جنگ طفلے از طفلے گفت
خواہی آمد بکوچۂ ما غم نیست

مسکیں انساں کہ ہیچگہ خرّم نیست
در ہیچ صفت خلاصیش از غم نیست
گویند کہ فقر از بلاہاست اماں
ایں نیز ز ہیچ ابتلائے کم نیست '

جز در پے کام خلق سرگرداں نیست
کس را خبرے ز رب جسم و جاں نیست
ماہی را فوت غیر آب ست در آب
آں آب اگرچہ بود ونش امکاں نیست

در عشق کہ جز مے بقا خوردن نیست
جز جاں دادن دلیل جاں بردن نیست
گفتم کہ ترا شناسم آنگہ میرم
گفتا کہ شناسائے مرا مردن نیست

گر انسانی مایہ ازیں افزوں نیست
واگرو بخود کہ از تو کس بیروں نیست
تن داری و دل داری و جان و جاناں
چیزے دیگر چگونہ یابی چوں نیست

گستاخ شدن بہ اہل دل نیکو نیست
ہر چند کہ آواز خلق خوش بد خو نیست
از قرب مکاں چہ سود گر جاں دور است
خر ہمرہ عیسیٰ است ولے با او نیست

خبر ہوتا تو بہتر ہوتا

جاں بردن = زندہ رہنا، بچ رہنا

سررشتهٔ اختیار در دست تو نیست
لیکن معلوم فطرت پست تو نیست
تدبیر چو گبتین و تقدیر چو نقش
در دست تو هست لیک در دست تو نیست

از نور یقین در دلِ کس تا ضو نیست
جز وهم و گمانِ خویش راهبر و نیست
تاریکیٔ خانه از حجاب است همه
هرگز خورشید ممسکِ پرتو نیست

سررشتهٔ حب جز کم و بگسیخته نیست
تا از خلقے و لطفے آویخته نیست
هر کس باد ادائے شده محبوب کسے
بے واسطهٔ محبت انگیخته نیست

هر کس که پئے حرص و هوا کاسته نیست
غیر از معنی ز عالمش خواسته نیست
این چرخِ فلک با همه سیاره و سیر
در دیدهٔ بیدار من آراسته نیست

جز وجه الله دلیل وجه الله نیست
این دیده وری بنور مهر و مه نیست
در ورطهٔ عشق عقل جز ابله نیست
غواصان را شمع و دلیل ره نیست

عارف ز پئے خیالها ابله نیست
شمع رهِ او بغیر وجه الله نیست
وسواس امید و بیم از خلد و جحیم
آنکس دارد که حق به او همره نیست

مغرور خرد که جز کم و کوته نیست
شائستهٔ نظارهٔ وجه الله نیست
پروانه بگرد شمع زان میگردد
کور را خبرے ز آفتاب و مه نیست

این خلق که جز گمشدهٔ وادی نیست
تا نور ازل درین رهش هادی نیست
این علم عنایتے است تعلیمی نه
زانکه سر شاگردی و استادی نیست

چوں شمع کہ غیر گریہ ام کارے نیست
جز در غم آفتاب رخسارے نیست
در آتشم از دوری او۔ وشادم،
کورا۔ ز جدائی من۔ آزارے نیست

در دیدۂ معرفت اگر کوری نیست
بر وجہِ خدا حجابِ مستوری نیست
دوری تو از مطالب مختلف است
مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

جز درد طبیب راعناں گیرے نیست
ایں کار بزہد و عقل و تدبیرے نیست
چوں تیر کہ بے کماں نیاید ز و کار
در نالۂ بے گناہ تاثیرے نیست

تا از ہمہ ملکیت ہمرازی نیست
با لعبتِ ظن و وہم جز بازی نیست
یعنی آں کشش وصالِ حق ہیچوانی،
جز آں کہ بروزگار در سازی نیست،

عالم اشتہارات

من میگویم قطع تو اچیزے نیست
او میگوید کسب ہوا چیزے نیست
ہرچند نگاہ میکنم ہستی من،
جز حاجتِ چند نار و اچیزے نیست

در وہم تو زاہد از قدم چیزے نیست
بیروں ز حدوثِ کیف و کم چیزے نیست
گفتی چیزے چہ میکنم جز اللہ،
باللہ کہ اللہِ تو ہم چیزے نیست

در راہِ خدا کہ غیر جز زرقے نیست،
ہر نیک و بدی کہ ہست جز عرقے نیست
نا رستہ ز خود چہ زاہد و چہ فاسق،
ہر دو یک اند از ہم شاں فرقے نیست

در ذات کہ ہیچ چیزے را دخلے نیست
ہرگز خوار و عزیز را دخلے نیست
در پردۂ عشق عقل را راہ نہ دہند
کاندر وحدت تمیز را دخلے نیست

ای آنکه نظیرت بجهان ثانی نیست
آنجا که کمال تست نقصانی نیست
جز تو که احدی و خود نداری ثانی
هر چیز که واحد است بی ثانی نیست

جز عشق سخن گوئی و سخن دانی نیست
در هست در و خلوت جانانی نیست
هستی عشق است و هر چه جز عشق بود
غیر از غوغائے جامہ و نانے نیست

هر جسم اگرچه خالی از جانے نیست
در هر جانے خلوت جانانے نیست
در هر فقر غنا نیابی مضمر
در هر ظلمت چشمهٔ حیوانے نیست

هر چیز به ضد خویش در جلوه گریست
بی ظلمت نور کس نداند که چیست
هر ذره را نور شمع افزاید قدر
خورشید به شرق و غرب اگر هر نیست

۱۵ دنیا غیر تمنائے تو نتواند داشت
دیدہ بجز آرائے تو نتواند داشت
اے وقفِ جمالِ تو دل و دیدہ من
غیر از تو کسے جائے تو نتواند داشت

۱۵ اے خدا دنیا کو بجز تیرے
کسی کی خواہش نہ رکھنا
چاہیئے سوا تیرے بجز تیرے
جمال کے کچھ نہ دیکھنا چاہیئے میرا
میں تو دل و جان سے تیرا
عاشق ہوں سوائے تیرے
اور کسی کی یہاں جگہ نہیں
رکھنا چاہیئے

آدم ہر چند پایۂ سہل نداشت
از نکتۂ تحقیق بجز جہل نداشت
خاموش ازاں شدیم کاندر عالم
رازِ دلِ ما بغیر ما اہل نداشت

ہر کس دیدیم عرض کالائے داشت
عارِ پستی و فخرِ بالائے داشت
واں ہم کہ بگوشہ نشست و لب بست
با خلق درآں صفت علالائے داشت

۱۶ آدم را اے قدرہ و بالست گذاشت
ور تلیں جو و بالست گذاشت
گر بود دہرا و خواری و پستی او
زاں گونہ کہ خاک بود بالست گذاشت

۱۶ انسان کو اے خدا
ذلت میں مست چھوڑ بلکہ
بخشش کے شہنشاہی سے
چھوڑنا چاہیئے - اگر یہ
منظور تھا میرا وجود مٹ و
خوار کرنا ہی تھا تو بہتر
یہی تھا کہ مٹی میں ملا کر
چھوڑ دینا چاہیئے تھا

آنرا که ز هر دو کون استغنا نیست
در بارگهِ عشق مقدس جا نیست
هر جا که مگس پرد چه بالا و چه پست
جز شیفتهٔ در لبوردهٔ حلوا نیست

شاهست قضا که رایتش حاجت نیست
و ز غایتِ شان روایتش حاجت نیست
یعنی بسخن چو راستی پیشه کنی
سوگند و حدیث و آیتش حاجت نیست

یک کس که از و بوئے وجود آید نیست
یک حرف که از روئے شهود آید نیست
هر چند در او ضارع جهان می نگرم
یک چیز که دل بآن فرود آید نیست

دردِ ما را که غیر ما در خور نیست
غیر از تسلیم چارهٔ دیگر نیست
خاموشانش بکشتگان می مانند
قطعِ نفس از قطعِ گلو کمتر نیست

در منزلِ ما دنیا و دین هرگز نیست
غیر از یکذات در یقین هرگز نیست
تا در سیری سخنے و ذوقے داری
در راه دو بر زمین هرگز نیست

گلزارِ جهاں کہ آب در جانش نیست
بے ابرِ ترحّم تو بارانش نیست
از بسکہ لطیفی و شریفی و جمیل
کس نیست کہ از تو چشمِ احسانش نیست

کس را احدّ تقرب صانع نیست
صانع ہمہ تا نرسد فارغ نیست
رہ نیست بہ بزمِ شہ گدا را اما
گر شاہ رود بکنج او داغ نیست

کوچک بودن بزرگ را کوچک نیست
آں کوچکی از کمال باشد شک نیست
ور زانکہ پدر زبان کودک گوید
عاقل داند کہ آں پدر کودک نیست

یک تن به همه جہاں آب و گل نیست
گو را چو نور یخ و راحتے حاصل نیست
ہر جاں دارے چو خویش باید دانست
ہر کس کہ ندانست چنیں عادل نیست ،

آدم بہ ہی از وصف نکو آدم نیست
ہر دل رنجاں زشت خو آدم نیست
ہر کس کہ ندیدہ او خراشیئے از عشق
انکارہ آدم است او آدم نیست

پیش عارف دو کون جز یکدم نیست
خوف غیر از کو ہی آدم نیست
بگریخت زجنگ طفلے از طفلے گفت
خواہی آمد بکوچہ ما غم نیست

مسکیں انساں کہ ہیچگہ خرم نیست
در ہیچ صفت خلاصیش از غم نیست
گویند کہ فقر از بلا ہاست اماں
ایں نیز زہیچ ابتلائے کم نیست ،

جز در پئے کام خلق سرگرداں نیست
کس را خبرے ز ربّ جسم و جاں نیست
ماہی را قوت غیر آب است در آب
آں آب اگرچہ بودنش امکاں نیست

در عشق کہ جز مئے بقا خوردن نیست
جز جاں دادن دلیلِ جاں بردن نیست
گفتم کہ ترا شناسم آنگہ میرم
گفتا کہ شناسائے مرا مردن نیست

گر انسانی مایہ ازیں افزوں نیست
وا گرو بخود کہ از تو کس بیروں نیست
تن داری و دل داری و جان و جاناں
چیزے دیگر چگونہ یابی چوں نیست

گستاخ شدن بہ اہلِ دل نیکو نیست
ہر چند کہ آواز خلقِ خوش بدخو نیست
از قربِ مکاں چہ سود گر جاں دور است
خر ہمرہِ عیسیٰ است ولے با او نیست

جاں بردن = زندہ رہنا

سررشتۂ اختیار در دست تو نیست
لیکن معلوم فطرت پست تو نیست
تدبیر چو گنجینہ و تقدیر چو نقش،
در دست تو ہست لیک در دست تو نیست

از نور یقین در دل کس تا ضو نیست
جز وہم و گمان خویش راہبر و نیست
تاریکئ خانہ از حجاب است ہمہ،
ہرگز خورشید ممسک پرتو نیست

سررشتۂ حب جز کرم و بگسیختہ نیست
تا از خلقی و لطفی او یختہ نیست
ہرکس با وا ئے شدہ محبوب کسے
بے واسطۂ محبت انگیختہ نیست

ہرکس کہ پئے حرص و ہوا کاستہ نیست
غیر از معنی زعالمش خواستہ نیست
این چرخ فلک با ہمہ سیارہ و سیر
در دیدۂ بیدار من آراستہ نیست

جز وجه الله دلیل وجه الله نیست
این دیده وری بنور مهر و مه نیست
در ورطهٔ عشق عقل جز ابله نیست
غوّاصان را شمع دلیل ره نیست

عارف ز پی خیالها ابله نیست
شمع رهِ او بغیر وجه الله نیست
وسواس امید و بیم از خلد و جحیم
آنکس دارد که حق به او همره نیست

مغرور خرد که جز کم و کوته نیست
شائستهٔ نظارهٔ وجه الله نیست
پروانه بگرد شمع زان می‌گردد
کورا خبری ز آفتاب و مه نیست

این خلق که جز گم شدهٔ وادی نیست
تا نور ازل درین رهش هادی نیست
این علم عنایتی است تعلیمی نه
زانم سر شاگردی و استادی نیست

چوں شمع کہ غیر گریہ اَم کارے نیست
جز دردِ غم آفتاب رخسارے نیست
در آتشم از دوری او و شادم
کورا ز جدائی من آزارے نیست

در دیدۂ معرفت اگر کوری نیست
بر روے خدا حجاب مستوری نیست
دوری تو از مطالب مختلف است
مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

جز درد طبیب راعناں گیرے نیست
ایں کار بزہد و عقل و تدبیرے نیست
چوں تیر کہ بے کماں نیاید زو کار
در نالۂ بے گناہ تاثیرے نیست

تا از ہمہ ملکیت ہمرازی نیست
بالعبث ظن و وہم جز بازی نیست
یعنی آں کشش وصالِ حق ہیچ وانی
جز آں کہ بروزگار در سازی نیست

من میگویم قطع تو اچیزے نیست
او میگوید کسب ہوا چیزے نیست
ہرچند نگاہ میکنم ہستیٔ من ،
جز حاجتِ چند ناروا چیزے نیست

در وہم تو زاہد از قدم چیزے نیست
بیروں ز حدوثِ کیف وکم چیزے نیست
گفتی چیزے چہ میکنم جز اللہ ،
باللہ کہ اللہ تو ہم چیزے نیست

در راہِ خدا کہ غیر جز نہ رفتے نیست ،
ہر نیک و بدی کہ ہست جز عرفے نیست
نارستہ ز خود چہ زاہد و چہ فاسق ،
ہر دو یک انداز ہم شاں فرقے نیست

در ذات کہ ہیچ چیزے را دخلے نیست
ہرگز خوار و عزیز را دخلے نیست
در پردۂ عشق عقل را راہ نہ دہند
کاندر وحدت تمیز را دخلے نیست

ای آنکه نظیرت بجهان ثانی نیست
آنجا که کمال تست نقصانی نیست
جز تو که احدی و خود نداری ثانی
هر چیز که واحد است بی ثانی نیست

جز عشق سخن گوئی و سخن دانی نیست
درهست درو خلوت جانانی نیست
هستی عشق است و هر چه جز عشق بود
غیر از غوغای جامه و نانی نیست

هر جسم اگرچه خالی از جانی نیست
در هر جانی خلوت جانانی نیست
در هر فقر غنا نیابی مضمر
در هر ظلمت چشمهٔ حیوانی نیست

هر چیز به ضد خویش در جلوه گریست
بی ظلمت نور کس ندانست که چیست
هر ذره را تو شمع افزاید قدر
خورشید به شرق و غرب اگر ظهر نیست

دنیا غیرِ تمنائے تو نتواند داشت
دیدہ بجز آرائے تو نتواند داشت
اے وقفِ جمالِ تو دل و دیدۂ من،
غیر از تو کسے جائے تو نتواند داشت

آدم ہر چند پایۂ سہل نداشت
از نکتۂ تحقیق بجز جہل نداشت
خاموش ازاں شدیم کاندر عالم
رازِ دلِ ما بغیرِ ما اہل نداشت

ہر کس دیہیم عرض کالائے داشت
عارِ پستی و فخرِ بالائے داشت
واں ہم کہ بگوشۂ نشست و لب بست
با خلق دراں صفت علالائے داشت

آدم را اے فرود بایست گذاشت
در طین چو بایست گذاشت
گر بود دہر او خواری و پستی او
زانگونہ کہ خاک بود بایست گذاشت

عارف از خود میانِ این خلق درشت
زد شمع دل را میانِ آب و گل کشت
فخریست بزرگ جستنت مذہب و بو
جز شیر شکم ندیدم و شومیِ پشت

تا چند مجاز و آرزو ہائے درشت
تا کے سوئے ہر حقیقتی گردن پشت
عمرے بہ ہوائے شہوتی نتوان گشت
صد اسپ بہ جستنِ خرے نتوان کشت

تا گروہ بسوئے ہستی ذاتی پشت
نہ اول و آخرست و نہ نرم و درشت
اے عشق بیا و در بہا وقت مرا
کاین عقل مرا بعاقبت بینی کشت

بر وحدتِ ما نہ ہر کسے وا نا گشت
ور گشت ہمان زمان کہ محوِ ما گشت
ما در ہمہ کس رسیم و کس در ما نہ
کے جوئے بسر چشمہ تواند وا گشت

ہر چند کہ مرد لب خمش رو زشت است
گر ہم نفسے بود سبک روح خوش است
یعنی کہ سخن محرّکے می خواہد،
گرد ریا بست بے نسیمے نہ نشست

ذکرِ احد است آنچہ کند پاک سرشت
نہ بیم جہنّم و نہ امّیدِ بہشت
مخلص نبود کسے کہ سوئے جاناں
در نامہ بغیر عرضِ اخلاص نوشت

بہرہ طلبی است مطلبِ اہلِ سرشت
صورت خوبست پیشِ او معنی زشت
آرے آنرا کہ شیر خواہد از گاؤ
گوسالۂ پر کاہ بہ از حورِ بہشت

از خویش رہیدہ را چہ مسجد چہ کنشت
توحید گزیدہ را چہ خوبست وچہ زشت
خلقے زپئے بہشت بے آرام اند
وین طرفہ کہ نیست جز در آرام بہشت

باید چو زرت گداخت اے پاک سرشت
تا غش رود از تو یعنی اندیشۂ زشت
القصہ کہ در عالمِ زشت و زیبا
با خام چو دوزخیم و با پختہ بہشت

از خویشی رہیدہ را چہ مسجد چہ کنشت
توحید گزیدہ را نہ خوب است نہ زشت
خلقے ز پئے بہشت بے آرامند
وین طرفہ کہ نیست جز در آرام بہشت

کس نیست ازان گنجِ بقا متّاعت
جز ہستیٔ تو طلسم فسق و طاعت
آنجاست نزارہِ بہشتِ جاوید
کازاد شوی ز خویشتن یکساعت

متاع - جنس - رخت خانہ

ہر دِ عارف کہ عشق را رہبر یافت
تختے ز زمیں۔ ز آسماں افسر یافت
گر یکدم با حضورِ دل بنشیند ہا
از دل یا بد ہر اچہ پیغمبر یافت

ہر کس راہے بعالم عرفان یافت
در ہر جا تجلّی جانان یافت
ہر جزو درے کشود در عالم کُل
یعنی کہ بروں ز جزو کل نتواں یافت

انسان کہ بغیر درد و ساز نیافت
اسنے بجہاں قصہ پرواز نیافت
تا غافل بود محرم راز نبود
چوں محرم راز گشت ہمراز نیافت

عاشق دل را بجز دلبر رام نیافت
تا از کف ساقیِ ازل جام نیافت
جز وصل الٰہ زندہ دل کام نیافت
بے بحر مردہ ماہی آرام نیافت

خود را چو نکافتی گراخواہی کافت
بر زہرہ شتافتی گراخواہی تافت
در آئینۂ جہاں کہ جز عکس نبود
خود را چو نیافتی گراخواہی یافت

بے ہمنفسے نبایداسراربگفت
چوں حُسن کہ بے آئینہ ماند بنہفت
در ہر کہ رسی چو خویش دانش ورنہ
پیوستہ سطلی چو کفش بے جفت

نادان زعمل کرانہ نتواند رفت
در معنیٔ ایں فسانہ نتواند رفت
کودک ہرچند خانہ بتواند ساخت
لیکن بدرون خانہ نتواند رفت

آں سو بکے دکوو کجا نتواں رفت
تا گشتہ زخویشتن جدا نتواں رفت
سوے در دوست سرنہادیم و شدیم
آرے رہ عشق را بپا نتواں رفت

زاہد طلب از سپہر کم کام گرفت
آں کو قانع خود جام گرفت
آں شاہ کہ بود عالمے تنگ برو
بنگر بدو گز زمیں چہ آرام گرفت

عارف که دلش ز عالم هست گرفت
مصحف بنهاد و جام در دست گرفت
از بسکه ز عقل و هوش گردید ملول
طور مجنون و شیوهٔ مست گرفت

بے عشق کسے نام جهان را نگرفت
تا عاشق چیزے نشد آن را نگرفت
تا عشق نبود جسم جان را نگرفت
تا گرم نشد تنور نان را نگرفت

صاحب نظرے که او کدورت نگرفت
جز نقش تو در نظر ضرورت نگرفت
خورشید در آرزوئے همچوں تو شدن
هر چند که جهد کرد صورت نگرفت

هر کس که جهان بے نهایت نگرفت
هرگز قدمے راه هدایت نگرفت
یعنی تا مرد محو توحید نشد
بوئے ز نبوت و ولایت نگرفت

جان جز پی تفرید قدم بر نگرفت
تا دور نگشت تن از و- فر نگرفت
اهل دل را بتن پرست آمیزش
چون صحبت آفتاب و شپر نگرفت

خوش آنکه تجلی صحبتش در نگرفت
پرده از راز جز بحق بر نگرفت
گر زانکه کسی بجز ناکس یاری
خس گرچه خس است دامن تر نگرفت

بیدار نشد دل و حیاتی نگرفت
تا پرتو آفتاب ذاتی نگرفت
بسیار بگردید بغیر از توحید
بر هیچ عقیده ثباتی نگرفت

شیخی سوی برای استغفار رفت
چون باران شد گریخت تا با دار رفت
رندی گفتش که مدعا چیست بگو
این را که شنید حال کرد- از جا رفت

تا کے گوئی دل و زبان و جاں رفت
آمیزشِ آب و گل رہا کن کاں رفت
تجرید برائے انقطاعِ خلق است
عیسیٰ بفلک زبیمِ خر طبعاں رفت

دل را در عشق جهد بالا شد و رفت
تا گہ مجذوبِ حق تعالیٰ شد و رفت
چوں مرغِ گراں کہ اندکے راه دوید
آنگاه بزورِ بال بالا شد و رفت

عمرم همه صرفِ ایں چه و چوں شد و رفت
خوں گشت دل و ز دیده بیروں شد و رفت
نہ عقل خموش شد نہ من اہلِ صلاح
افسوس ز دل کہ درمیاں خوں شد و رفت

ہر نکتہ کہ رو نمود دل بر د و نہفت
چوں گفتنش ملال شد با آں جفت
یعنی کہ معانی کہ جہانِ ازل اند
در جانبِ دید جو نہ در جانبِ گفت

نسـ افسوس کہ در میانہ دل خوں شد و رفت

هر چیز مکذّب و مصدّق میگفت
حق بود که رازِ خویش مطلق میگفت
هر کس میگفت حق منم حق بمن است
چون نیک خبردار شدم حق میگفت

از یک قلم است دل باو موتلفت
گر دال بر این صفحه بود گر الفت
توحید گزین و متفق شو بهمه
تا ره نزند مذاهبِ مختلفت

گر بی بصرے پند ترا نپذیرفت
بشکیب که دهریش چو او گشت بمفت
زرّاقیِ فرعون که قولِ لیّن،
نشنید ز موسیٰ آخر از نیل شگفت

بشنو سخنے که هست چون جامِ جمت
تا بریانند ز شکوهٔ کام نجمت
هر کس پیٔ لذّتے اسیرِ گدیه است
یعنی شائیست دانهٔ دامِ دمت

جانان کرده تجلّئ برجانب
زان بیخودی و مظنّهٔ هجرانت
پیدائی او چو میکند پنهانت
هجرانِ تو از لذّت نازِ جانانت

مارا بجهان گرچه خوش سخنست
آنکس که سخن باو بست قدرش وطنست
ما بند مکان و دولت بیرون زمکان،
بلبل به قفس ناله و گل در چمنست

خاکِ رهِ فقر شو نه خوارِ منّت
صد محنت به که یک غبارِ منّت
جنّت گرو عمل از آن کرد کریم،
کاو پسندید بر تو بارِ منّت

عالم که بسیط و واسع و بوالعجبست
در خدمت تست اگر هزارش طلبست
بُعد افلاک از تو از حرمت تست
دور ایستادن زشه سپه را ادبست

هرگه که دمی زد بیم زان صبح الست
پشتِ شبِ هستی از گرانیش شکست
دردا که درین قافله همراهی نیست
تا بر خرِ او توان دمے بار بہ بست

از ہر تقلید نا شود کار درست
تحقیق ہمی ز خویش میباید جست
امر و نہی رسول شرطِ راہست
منزل دادن ز حق و از خود پا لست

در دورِ سپہر کاں رہا بندہ لست
حسن عملست آنکہ پایندہ لست
تا پیش چہ آیدم با آخر گفتی
ہم رفتہ نست آنکہ آیندہ نست

اے عید ترا احد حصول از رب جست
جز حرفے چند دعوی از مذہب جست
کس را نرسد ز عشق جز گفتارے
جو را از آب غیر نیست لب جست

نادیده ز روزگار بس رنج و شکست
با مردم رہ رواں نتوانست نشست
مرغی ناگہ ز کشتی کرد ہوا
چوں بحر ندید باز در کشتی جست

گر نیکو بخت رود - گر بد بختست
خوں درویش از بیم اجل صد سختست
ایں بند چہ بندست کہ بر پائے ہمہ
بنہادن سہل و بر گرفتن سختست

راہیست ز میخانہ بمقصد پیوست
از جانب کعبہ ہم رہِ دیگر ہست
آمارہِ میخانہ ز آبادانی دور
راہیست کہ کاسہ میتواں داد بدست

عالم ہمہ در چشم کسے کز خود رست
فرعے است باصل در گسست و پیوست
ہر جوئے کہ پیوند بدریا دارد
آنرا ہمہ آب گندہ نہ بیل و نہ دست

از نسناساں چہ سود ناسے بفرست
وارستۂ از امید و ہراسے بفرست
اے بائع و مشتری بازارِ وجود
قدرے دادی قدر شناسے بفرست

ہر کس روشِ دینِ خود از غیرے جُست
عارف روشِ خود ز خود آموخت نخست
ہر عضو کہ شد نجس بآبش شویند
جز دیدہ کہ غشِ خود بآبِ خود شُست

حق با ہمہ و کس نہ وصالش دانست
ہر کس چیزے بقدرِ حالش دانست
بس نکتہ کہ مبتدی بنادانی گفت
چوں دید در انتہا کمالش دانست

اے در رہِ حق نرفتہ یک گام درست
وے طاعتِ تو بنزدِ یزداں ہمہ سست
رمزیست وضو ز نابدانی کاوّل
دست از ہمہ کارِ دہر میباید شست

هر کس که ز بادهٔ محبت شد مست
از اهل مجاز نقد امید نه بست
یا تیغ علم کرد و جهان را بگرفت
یا از همه فرد گشت و کنجے بنشست

با ذات بهر صفت گرایند خوش است
نغمه بهر آهنگ سرایند خوش است
از بهر خدا هیچ عمل ضائع نیست
در خلد ز هر در که در آیند خوش است

دل پیش کسے رفت که بے ماش خوش است
غم خوش نبود و لیک غمهاش خوش است
جان میطلبد نمیدهم روزے چند
در جان سخنے نیست تقاضاش خوش است

خورشید صفت یکیست بر اوج است
همچوں سایه دو عالم او را شده پست
نفی توحید از پے خلق مکن
سر را نتوان بخاطر پائے شکست

تا مرد دریں سرائے ریو و رنگ است
یک لحظہ اگر نشیند ایمن ننگ است
گو نہ نظریست خوشدلی در دنیا
چشم ہمہ وقت خندہ زان رو تنگ است

در چشم کسے راز دار ازلست
جز وارستن زخویش کار دغلست
ایں جہد نہ جہد خار را املست
وین عمر نہ عمر انتظار اجلست

راز دل را زبان نخواہد دانست
اسرار یقیں گماں نخواہد دانست
ہر کس کہ اہلست حق
ور نیست بصد زبان نخواہد دانست

بے دستانیم و دہر بے دستانست
بے پا یانیم و دہر بے پایان است
از خضر چہ چشم رہنمائی داریم
او نیز دریں بادیہ سرگردان است

نا شگفتہ

نا بینائی

عارف بجہاں نہ کم نہ افزوں دانست
بل شرح درونِ خویش و بیروں دانست
یعنی آنرا کہ عمرہا ہجراں گفت
چوں واقف شد وصال بیچوں دانست

صاحب نظرے کہ ایں ہمہ دانستند
گفتا کہ ندانستہ ام اما دانستند
علم و فن چیست عشق تا پیدا شد
گو اسم بداں انکہ مسما دانستند

قدسی ز تعقلِ بشر پنہانست
ہر چند کہ او را بمیانِ جانست
آں شخص کہ از ذکر اسمے ظاہر شد
او نیز چو دیگراں دراں حیرانست

آنجا کہ کمالِ طینتِ مردانست
پاک از تاثیر و گردشِ دورانست
علم و عملے کہ رہ ندارد بخدا
ہمچوں دندانِ اوّلِ طفلانست

عاشق را ہرچہ آرزوئے جانست
آں در جانش ظہوری از جانانست
با گریہ و زاری و دعا می طلبد
چیزے کہ درست ملک او جویانست

فقرے دارم کہ فخر رازش با اوست
ہر خالص و قلب امتیازش با اوست
ہر چند کہ خود سنگِ محک روسیہ است
ہر جا کہ زرے ہست نیازش با اوست

عالم بہ فغان لا الٰہ الا ہوست
جاہل بگماں کہ دشمن است این یا دوست
دریا بہ وجودِ خویش موجے دارد
خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

تا ہمراہی بہ نفس کارت نہ نکوست
ور بے اوئی نہ مغز داری نہ پوست
با ہوش بزی کہ در نہاد است ترا
خصمے کہ مدارِ زندگانی با اوست

تعریف سرشت ہر کس و مشرب اوست
ہر رنگ حکایتے کہ آں بر لبِ اوست
قولِ فاحش ز عیب نفس و عقل است
فرزند کچل ز خبث اُمّ و اب اوست

زائد طلبی آدمی علّتِ اوست
خوش آں کہ بداد ساختن ملّتِ اوست
لذّت طلبد ز کثرتِ دنیا خلق
خود لذتِ او تمام در قلّتِ اوست

غیرم یارم غمم فرح دشمن اوست
نورم ظلمت لحمم فزوں مغزم پوست
بنجو بہزار رنگ برمی آیم
ایں من نہ منم کہ دفترِ حکمت اوست

ہستی نہ پلیست استخوان و رگ و پوست
اندیشۂ اوست گر بد و گر نیکوست
ہستی بمراد خویش زیستن است
آنکس کہ بکام دیگرے زیست نہ اوست

عاشق کہ سرائے نور کاشانۂ اوست
عالم ہمہ ظلمت است و بیگانۂ اوست
پروانہ ازاں بشمع در می آید
کو میداند کہ آں درِ خانۂ اوست

افسردہ دلے کہ عقل افسانۂ اوست
ہر نکتہ کہ آشناست بیگانۂ اوست
از آتش عشق ہر کہ افروخت چو شمع
ہر رازِ نہاں کہ ہست پروانۂ اوست

[ھ] کس چیزے را اگرچہ بسیار نکوست
بے ظن منفعتے نمی دارد دوست
طبع ار امد بطرف باغ و لب کشت
کاں میداند کہ عاقبت روزی اوست

از بیم و امید ایں بد و آں نیکوست
در وسواس است غیر محوِ رخِ دوست
فارغ ز دو عالم بیادش یعنی
ہر جا کہ غمے است در فراموشی اوست

[ھ] کوئی شخص کسی چیز کو گو وہ بہت اچھی ہو بغیر نفع کے خیال کے عزیز نہیں رکھتا ہے - باغ و کھیت میں انسان کی طبیعت لگتی ہے کیونکہ آخر میں اس کے پھل و غلہ سے کام چلیگا -

دل لذت طبع را همی دارد دوست
الا بهمین که طبع بی او نه نکوست
عاقل نخورد بازی طفلی هرگز
ور نیز خورد برای خوشحالی اوست

کارم ز فلک شکایت خانه اوست
او نیز بمن گرفته و عربده جوست
زانگونه که میوه در عین کمال
هم پوست ز مغز تنگ و هم مغز ز پوست

از دوست در آئینهٔ عالم با دوست
وصلیست مدام کاهل آن وصل هم اوست
وصلی که تو نقش بندی آن هرگز نیست
گر در طلبش هزار سالت تگ و پوست

در هر که رسی نکو ببین گو نیکوست
کو ساخته و خواستهٔ حضرت اوست
بر بی سر و سامانی من عیب مکن
شاید که مراد دوست چنین دارد دوست

اہلِ دنیا کہ گروہ باشہوت خوست
ہر کس کہ زد ایں سخن کند دشمن اوست
ہر خفتہ کہ خواب او خوش است و شیریں
بیدار کنندہ را نمیدارد دوست

در عالم اگر ہست بد و گر نیکوست
قدرِ ہر کس بقدرِ نفعے کہ دروست
چیزے بکفت آر یا ز کس مہر مخواہ
فلاّشاں را کسے نمیدارد دوست

غم نیست نکو و لے اثر باش نکوست
تاریکی شب بد و سحر باش نکوست
دنیا بے آن خوشتر است کانار و بیست
دلالہ نکو نیست خبر باش نکوست

ایں سو ہمہ طعنۂ رقیبِ بدگوست
آں سو نگرم تیغ بے لطفئ اوست
حاصل بجہانِ عشق کاں عرصۂ اوست
کشتۂ دشمنم و گر کشتۂ دوست

پابرہنہ
پرسید یکے ز بشر حافی کائے دوست
ہر چہ برہنہ پائیت عادت و خوست
گفتا کہ جہان مسند شاہ ہست ہمہ
بر مسند شاہ کفش بُردن۔ نہ نکوست

عکس نکوار چہ ہم بمرآت نکوست
چوں عکس دراں نکو شد نہات نکوست
ہر کس بامیدی و ہراسے است نکو،
من بندۂ آنکسے کہ بلذات نکوست

بدرا بخدا اگر امیدار دوست
از جانبِ ماست بد نہ از جانبِ اوست
آتش بچراغ نور و در خرمن نار است
ہر بد کہ بجائے خویش باشد نیکوست

از ہر سفلی بعلو پنہاں راہست
کاں حیرانی ہر گدا و ہر شاہست
نر ہند بسر بلندی از دل سیہی
آرے در جوفِ ہر منارے چاہست

حق مائل آنکس است کش داغے هست
خود را هرچند عالمے عرضه دهست
زانگونه که هرکس که جمالے دارد
یک عاشقش از هزار معشوق بهست

از چون و چرائے دو جهان آنکس رست
کز ترک اضافه داد توحیدش دست
اینجا بر مرد هیچ تکلیفے نیست
زانروے که او چنانکه می باید هست

عشق آمد هستئ مرا بر هم زد و رست
در مستئ او شیشهٔ ناموس شکست
پیمانه بدست کرد یعنی آزاد بزی
از رد و قبول هرچه در عالم هست

این عالم عاریت که کالائے تو نیست
در خورد تو و همت والائے تو نیست
این نُه خلعت که نُه فلک میخوانی
گر راست شوی یکے ببالائے تو هست

سہ خدا اس کو چاہتا ہی جسکے دلمیں اسکی محبت کا داغ ہی گو اسکے لئے تو تمام کائنات موجود ہی۔ جس شخص میں کہ خدا کا جمال ہی اسکا ایک عاشق ہزار معشوق سی بہتر ہی۔

جز جانب عشق نیست هر میل که هست
هر نیک و بد و ترنم و ویل که هست
هفتاد و دو فرقه هم طلبگار یکیست
سوئے بحر است میل هر سیل که هست

بر وقت شباب عیش گر صورت هست
وقت پیری دهد معانی همه دست
از بادِ بهار است پیام گلها
از بادِ خزان مژدهٔ هر میوه که هست

ما دام که دست کس به هر سودی هست
گم راه برو که غیر او بودی هست
بر وفق مراد تو از آن نیست فلک
تا دریابی غیر تو وجودی هست

عالیقدرے که با ار ازل پیوست
نبود عجبے اگر شود قدرش پست
آرے آنرا که در رہِ عام نشست
پامال اگر کنند جائے آں هست

مارا ز نبیسان گز دو جهان فصلے هست
با یار یگانه وعده و وصلے هست
دادن کامهائے فرع است ولیکن
کاندر حق ماش فکر بر اصلی هست

هر جا که حدیثِ اهل و نااهلے هست
دشوار بخود مگیر ار سهلے هست
زنهار که حرفِ عقل و دانش مکشا
هر جا که محمدؐ است بوجهلے هست

هر بوالهوسے طفل و شئے کام پرست
از بادهٔ عشق که تواند شد مست
زین سیر دمے زد قدم و باز کشید
آنجا پنداشت نان و حلوائے هست

جز غفلت نیست آنچه انس و شادیست
مر آدم را وحشتِ غمها یادیست
در خانهٔ دنیا که غرور است همه
خنده کسبی و گریه مادر زادیست

خوش باش بآں کش از تو برخوردار نیست
ناخوش بودن مخلّل هر یار نیست
او خود حمّالِ بار زادِ رہ نیست
منّت ماندن بر سرِ او سر بار نیست

هر لحظہ ترا ز یار جانی خبر نیست
وز ساقیٔ عشق و جامِ عرفاں اثر نیست
هر حرف و نگاہ و شیوۂ طور و ادا
بر هیکدۂ وصال جاوید در نیست

در معرکۂ عشق نہ هر کس غاز نیست
کانجا همہ با تیغ بلا دم ساز نیست
عشقے کہ چوں شیراں نکشد در خونت
عشقش نتواں گفت کہ رو بہ باز نیست

در بحر یقیں در آ کہ تحقیق لب نیست
گرداب در و چو دام و کشتی قفس نیست
هر گوش صدف حلقۂ چشم پر آب
هر موج اشارۂ ز ابروئے کسے نیست

رفتم سوی آن حکیم کش دم شافیست
گفتم ز دم تو چند پندم وافیست
گفتا که مجوی جز بمن پیوندی
گفتم که دگر گفت همینت کافیست

یک تن که نه راه بر فنا دارد کیست
جز حق همه را آنکه بپا دارد کیست
ما فانی و اوست باقی آخر بمیان
آنکو ز فنا عزم بقا دارد کیست

هر چند که در فرع نه هر کیش یکیست
در چشم وحید وصل اندیش یکیست
چون پرتو آفتاب کز غایت ضو
در قصر شه و کلبه درویش یکیست

در عالم اگر هزار بینند یکیست
لیکن آنرا که اهل یقینند یکیست
اجزای کتاب مختلف می آیند
کل را چو بگردند و ببینند یکیست

آنکس که نبایدش مئے بیغش گیرست
نکشند دلِ او بسوئے ہر دلکش گیرست
یعنی زاں لب بہ نکتۂ نتواں ساخت
قانع بہ نمک چش از طعام خوش گیرست

در مذہب عشق زہد و پیمانہ یکیست
وردِ سحر و نعرۂ مستانہ یکیست
از مسجد و دیر حق پرستی غرض است
گرخانہ دو ونتاست صاحب خانہ یکیست زدودہ

چیزے بد وکون زشت یا زیبا نیست
کائینہ صفت مظہرِ آں یکتا نیست
درخوف ورجاے بد ونیکم شب وروز
آخر چکنم چیز دگر پیدا نیست

گوئین کہ غیر زشت یا زیبا نیست
جز مظہر قہر ولطف آں یکتا نیست
یک لحظہ نیم از طلبش آسودہ
ایں طرفہ کہ غیر او کسے پیدا نیست

ردیف (ث)

فانیست درین جہاں چہ طیّب چہ خبیث
جز تارکِ جملہ مکش خدا گشتہ مغیث
ہر چیز کہ پیدا شدہ گم خواہد شد
یعنی کہ ببین ندیم و بگذار حدیث

مغیث = فریادرس

ردیف (ج)

برہم زدہ خاطریم و آشفتہ مزاج
از حال بحال گہ غنی گہ محتاج
از ما مطلب قرار در شورش عشق
آرام زخس مجو بہ بحر مواج

ز ازما مطلب

١
عارف ز تکبر است آزاده مزاج
بازارِ کبار گرچه زو یافت رواج
در کارِ نمک نمک ندارد قدرے
هرچند باوست خوانِ شاهاں محتاج

ردیف (ج)

٢
ابنائے زمانہ زشت و نیکو همه هیچ
ایں سقف عریض و چرخ مینو هیچ
هرچیز که در حیز امکاں دیدیم
با او همه هیچ بود و بے او همه هیچ

٣
دنیا نه بجز کید درو حاضر هیچ
عمریست دوانید و نشد ظاهر هیچ
دانی تو که چیست او و هر چیز در دست
اول هوس آنگاه تعب آخر هیچ

ردیف (ح)

دیدی بستاں ازو کہ آید بو ضوح
وانگاہ دم از مرادِ او زن چو صبوح
مدح آں نبود کہ پیشِ مدّاح نکوست
بل مدح آنست کش پسند و ممدوح

در کارگہِ جہان معلول و صحیح
ہستند ہمہ کسے جملہ فصیح
در دیدۂ من ہمیشہ ہیگردد اشک
بینایاں راچہ کار غیر از تسبیح

ردیف (د)

بس سادہ دلے کز ین رہ آگاہ افتاد ن افتد
بس اہلِ خرد کہ در تہِ چاہ افتاد ن افتد دا نۂ
این کارِ حوالتی نہ علم و عملیست
چون گنج کہ تا گرا بد و راہ افتاد ن مار

سالک کہ بفکر اہل و اموال افتد
از ہمسفران خود بدنبال افتد
بر ہر قدمش چہ دگر پیش آید
مانند دانہ کو بغربال افتد

ہر شام کہ عالم از صفا می افتد
خورشید کہ از اوجِ سما می افتد
از گردشِ چرخ نا ملائم ہر روز
خشتے ز بنائے عمر ما می افتد

بس سادہ دلے کز ین رہ آگاہ افتد
بس اہل خرد کہ در تہ چاہ افتد
این کار حوالتی نہ علمی عملی است
چون گنج کہ تا گرا بدان راہ افتد

عالم بودن نہ معتبر می افتد
در عشق کزان زیر و زبر می افتد
مغرور مشو بجہد و کم لاف ز خویش
کاستادہ ز بند شستہ بتر می افتد

اندر رہِ عشق جہد بالا آید
این جذبہ مگر ز حق تعالیٰ آید
از چہ نتوان رسن ببالا انداخت
باید کہ رسن بچہ ز بالا آید

خواہی کہ ترا رتبۂ ابرار رسد
مپسند کہ کس راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غمِ رزق مخور
کین ہر دو بوقتِ خویش ناچار رسد

آنرا کہ ز آسمان ندائے نرسد
از اہلِ زمین بجز بلائے نرسد
مرغے کہ زبانِ خویشتن در ماند
گوسعی مکن بپا کہ جائے نرسد

در عالمِ دل که خواب را نشناسد
جز سوزش و اضطراب را نشناسد
بینائی ما را همه کس میداند
کس نیست که آفتاب را نشناسد

کیفیتِ عشق را هوس نشناسد
سوزِ دلِ پروانه مگس نشناسد
یعنی که اشارتے که آید از دوست
جز آنکه با وست هیچ کس نشناسد

بے بهره باو نشیند و نشناسد
رنگِ غلطش گزیند و نشناسد
آنکس که شناسدش نه بیند جز او
بیگانه بپیش بیند و نشناسد

گر بر سرِ خاص صد قیامت باشد
در عالم همه فکرِ اقامت باشد (نسخه عالم)
گفتند به خرکاری کاسپ شه مرد
گفتا خرِ لنگِ من سلامت باشد

گر چشمِ حقیقتی نه کج مج باشد
کافر بکلیسه رود حج باشد
هر چیز که هست آنچنان میباید
ابروے تو گر راست بود کج باشد

گر مرد ز تجلیِ حق شناسان باشد
از هستیِ خویشتن هراسان باشد
کم خور کم گو ذکرِ حق کن بسیار
تا زیستن و مردنت آسان باشد

در هر چه کنی نگاه نیکو باشد
در چشم تو گر دیدی ازان سو باشد
آنانکه کرشمهٔ ندیدند ازو
چون درنگری کرشمهٔ او باشد

یارے چه کنی که نامسلم باشد
با هر کس از تو پیش همدم باشد
آن یار گزین کو نبود جز بتو یار
هر چند که با تمام عالم باشد

گر همّت تو بلند و نیکو باشد
اما پئے ہیچ در تگاپو باشد
تو ہیچ مخواه تا خدا خود بدہد
کے همّت تو چو همّت او باشد

گر مرد ہمہ عمر معطل باشد
خوشتر کہ اسیر حرص مہمل باشد
گر شل کند آرزوئے حمایتہا
آنش بہتر کہ ہم چنان شل باشد

تا گردش چرخ و دورِ مہ میباشد
بس روز بدو حالِ تبہ میباشد
جویائے صفائی بہ کدورت در ساز
روشنگر را دست سیہ میباشد

از خود بیروں چو جستجو پیدا شد
در دل از عشق گفتگو پیدا شد
گفتار ز خود رمید پیغام رسید
ہر جا کہ ہوا نماند ہو پیدا شد

هر چند ز کس بد عملی حاصل شد
چون تائب شد چشم جلی حاصل شد
از یکدانه که آدم از عصیان خورد
بنگر چه نبی و چه ولی حاصل شد

کوتاه نظر گر ز پئے هر آفل شد
عالی پنداشت رتبه و سافل شد
خر بنده ز حرص یکدو من بار فزود
از تنگی و افتادن خر غافل شد

تن دل شد و دل جان شد و جان جانان شد
جانان متجلی هوجی شان شد
زین بحر دگر نهایتے پیدا نیست
این قطره ببین چه بحر بے پایان شد

زاهد که بجز پرده پندار نشد
جامش ز مے وصال سرشار نشد
هر چند مفید شده گفتم با او
از منطق مطلقا خبردار نشد

مادام که هر دو کعبهٔ خویش نشد
در راهِ حقیقت قدمے پیش نشد
هر قافله که رفت در راهِ حجاز
جز پشتِ خرِ چند دراں ریش نشد

بس جهد نمودیم حبش روم نشد
یعنی فلکِ سرکش محکوم نشد
فریاد که هر چند بریں ره رفتیم
فرعِ ابتر ماند و اصل معلوم نشد

پیش از مطلب اگر بمردیم چه شد
در دستِ اجل جاں بسپردیم چه شد
عارف ناگشته یکدو ناں یکدو سه روز
خوردیم چه شد و گرنه خوردیم چه شد

ماهیتِ خود اگر ندانست چه شد
یا آنکه بجد و جهد دانست چه شد
چوں نیست بغیرِ آب در رنج چیزے
دانست چه شد اگر ندانست چه شد

آنروز که فیض هستی آن همه شد
حق صورت آئینهٔ جان همه شد
آنرا که زبانی و بیانی دادند
هر چیز که گفت ترجمان همه شد

گر مرد همه خلق جهان اندیشد
اندیشهٔ او بود چو زان اندیشد
زاندیشهٔ خود برون شدن نتواند
هر چند زمین و آسمان اندیشد

حق دید کسی که اهل آگاهی شد
عکس آئینهٔ ز ماه تا ماهی شد
گر عکس تو بی و نور ما کسی داری
پس باز بکس مادرت خواهی شد

در عشق ندیده ام که مردی نالد
نامرد برای سرخ و زردی نالد
گو نیستی و بیخودی تا بر هم
زین هوش که هر زمان بدردی نالد

هر ذرّه دلیلِ آفتاب آمد
هر چیز که هست در حساب آمد
با این همه ذکر چون فراموش کردی
با این غوغا چگونه خواب آمد

عالم برهٔ کیشِ تو خواهند آمد
شاهان همه درویشِ تو خواهند آمد
از بهر خدا نشسته فارغ ز همه
بنشین که همه پیشِ تو خواهند آمد

هنگام شمر و کفر و ایمان آمد
وقتِ تسلیم و ترکِ طغیان آمد
غافل منشین قیامتِ مرگ رسید
اے نوح سفینہ ساز طوفان آمد

از بهرهٔ خویش تا نه دست افشانند
در خانهٔ حق درون شدن نتوانند
تا هستی مرد را از و نستانند
بر گنجِ حقیقتش امین کے دانند

صاحب نظرے کہ عزت از ذل داند
جز حق ہمہ چیز را تخیل داند
سرگردانیست و از مقام خود دور
تا مرد ترقی و تنزل داند

غمگین شدہ لطفِ غمگساران داند
چون تشنہ گیاہ فیضِ باران داند
یعنی تفرید و اربعین و عزلت
زانست کہ مردِ قدرِ یاران داند

تا مرد سخن از تو و ما می میراند
الواح خیال از عمے آمیخواند
زاہد گوید کہ من خدا خواہم و بس
این نیز خیالیست خدا می داند

عمی = گمراہی
الواح = جمع لوح یعنی تختہا

این خلق اگر بیش و کم نیک و بدند
چون درنگرند دشمنِ جانِ خودند
اوجے دارد چرخ حضیضے دارد
افسوس کہ ہر دو سخت نا معتمدند

گفتم که مگر قاضی و مفتی سند اند
در راهِ حقیقت و طریقت مدد اند
چوں بر سر راه آمدم دانستم
کیں نو سفراں نیز چو من نابلد اند

صاحب نظراں که زندۂ جاوید اند
وارستهٔ ز بیم و فارغ از امید اند
در هرچه نظر کنند او را بینند
ذرّاتِ جهاں آئینهٔ خورشید اند

در عالم کهنه کاندرو خلق نو اند
هرکس بفسانه ایش مغرور شوند
یک کس بخدا رسد که مقصود این است
بهتر که هزار قوم آیند و روند

صوفی بسماع دست ازاں افشاند
تا آتشِ دل بحیلتے بنشاند
عاقل داند که دایه گهوارهٔ طفل
از بهرِ سکونِ دل میجنباند

این خلق که بر عبادتِ حق فقط اند
بر راهِ هلاک و بر خیالِ غلط اند
سر بر خطِ امرِ او نهاده پیوست
همچون رمهٔ تشنه بر اطرافِ شط اند

این خلق که در پئے مجاز و جدل اند
خالی ز حقیقتِ جهانِ ازل اند
جنبش نکنند جز بدنبالِ مراد
اینها همه کاهِ کهربائے امل اند

خیر و شرِ هستی و دوئی خوئی نماند
اندر همه جز یکے سخن گوئے نماند
رفتم ز میان من و یکے شد دو جهان
دیوار فتاد این سو آن سوئے نماند

این خلق که غرقِ شهوت و خود کامند
از صحبتِ اهلِ فقر بے آرامند
با آدمِ خاکی آدمِ آبی را
الفت نبود اگرچه آدم نامند

آن راکه نه بر سبیل انداخته اند
در بند بلا و بیل انداخته اند
این آدم عاصی که اسیر فلک است
دز دیست که پیش فیل انداخته اند

هرچند که خلق مختلف ساخته اند
آخر همه یکسو سپر انداخته اند
ما ساکن آستانهٔ توحیدیم
آنجا که دو کون را یکے ساخته اند

آنانکه رهے بسوئے جانانه برند
بوئے سخن از بادِ افسانه برند
حرفے میگوئی بو که رمزے یابی
بر باد دهند کاه تا دانه برند

آنها که بداغ عشق افروخته اند
هر چیز که غیر او نبندوخته اند
دین و دنیا و دے و فردا همه را
در آرزوئے کرشمه سوخته اند

آنہا کہ بداغ عشق افروختہ اند
ہر چیز کہ غیر او نپسند وختہ اند
دین و دنیا و دے و فردا ہمہ را
در آرزوئے کرشمۂ سوختہ اند

آنہا کہ مے از جام سروشے زدہ اند
پا بر سر ہر عقلے و ہوشے زدہ اند
چندیں سخناں کہ در جہاں می شنوی
روزے دو سہ خام چند جوشے زدہ اند

خلقے غافل ز صنع صانع شدہ اند
جز فائدہ راز خویش مانع شدہ اند
مسکیں رنداں کہ از تمام عالم
با یکدم آرمیدہ قانع شدہ اند

آں فرقہ کہ جسم وقت را جاں شدہ اند
ہر شپرہ را چو مہر نقصاں شدہ اند
خلق حاسد ازاں سبب معتقد اند
ہر داین گذشتہ را کہ پنہاں شدہ اند

آنانکه گذشته سر بسر بندگی اند
در کعبهٔ دوست محوِ پاک زندگی اند
این قوم که هفتاد و دو ملت شده اند
غولانِ بیابانِ پراگندگی اند

ظلم و جهل است این که خود را یابند
هرچند رخ از وجودِ اصلی تابند
انجامِ ظلومی و جهولی عدم است
گرچه یخ و برف غیرِ آب اند آبند

صاحب نظران که همچو نورِ ذاتند
دریافته هر دو کون چون مرآتند
از مشرقِ آدمی برون می تابد
آن خورشید که عالمش ذرّاتند

خلق ارچه بره مختلف آسا رفتند
برخاست تفاوت چو بحق وا رفتند
بیشی و کمی بعالمِ وحدت نیست
چه رود چه قطره چون بدریا رفتند

آنانکه گذشته بره بندگی اند
در کعبهٔ دوست محوِ پاک بندگی اند

غوایان

ابراهیم و عیسی و موسی رفتند
افلاطون و نصیر طوسی رفتند
شیون ز برائے رفتگان میدارید
رقصید که یاران بعروسی رفتند

موجود بکیست راست کیشان گفتند
این خلق اگرچه ما و ایشان گفتند
در حق نرسیده کان مقام جمع است
هر چیز که گفتند پریشان گفتند

آنانکه بکار یار پیدا گردند
انکار دو کون عار پیدا گردند
مومن اقرار کرد و کافر انکار
هستی بیکار کار پیدا گردند

هر لقمه و جرعه که دلکش گردند
در خوشوقتی چو شهد بیغش گردند
هرکس بجهان کارے و چیزے خوش کرد
ارباب شناخت وقت را خوش کردند

دردِ همه عشق در دوده میداند
بل در دو وجودِ که دمه میداند
هر دم تو باو ز دردِ خویش شکوه کنی ' از خود
او دردِ ترا خود از تو به میداند

مردان که تمنای غم دین کردند
ترکِ فن و علم و رسم و آئین کردند
غیر از تسکین کو دیگر طرح نبود
هرچند خیالهای رنگین کردند

یک چند بر نشستند و آخر مردند
بازی زجوانی غم پیری خوردند
در ساقیهٔ دهر که خر و بر داست
چون آب دویدند و چو یخ افسردند

جان و دلِ ما محو جانانه شدند
وز هر که سوای اوست بیگانه شدند
گشتیم چنانکه مدعای او بود
علم و عمل و کتاب افسانه شدند

آزاده روان کمر بصحرا بندند
همره طلبان بار بفردا بندند
ای سبزهٔ طرفِ جو سر از خاک برآر
زان پیش که آب را ز بالا بندند

خرفت

بر جان و دلم که در گشا و بندند
گاهی گریند و افغان گه خندند
گاهی سخنی که عاقلان سجده کنند
گاهی عملی که ابلهان نپسندند

در زیر فلک که اهلِ غروری چندند
از زنده دلان غافل و دوری چندند
هر چند نگاه میکنم می بینم
کوری چندی بطوف کوری چندند

از خلق بسی مشرب عاجل دارند
بعضی تعمیر خانهٔ دل دارند
فرق است ز کوزه گر بسی تا بنّار
هر چند که هر دو دست در گل دارند

بنا و معمار بسیار باشند

هرچند که این خلق دنی ساز تر ند
برخلق دگر گشته سرافراز تر ند
در زیرِ فلک مرغ بسے هست ولے
مردار خوراں بلند پرواز تر ند

ارباب جهاں چو اهلِ ماتم گذرند
چوں سبزه نشینند و چو شبنم گذرند
واجب بحر است و ممکنات اندر وے
چوں موج بهم رسند و از هم گذرند

هرچند که برخاک بشر میریزند
برخاسته آں خاک ز سر میریزند
کشتی گریست دهر و شاگردش خلق
هاں می افتند و باز بر می خیزند

گر خلق جهاں همه بطاعت خیزند
صد گونه عطا کنند خیر انگیزند
چوں نیک نظر کنی نه بینی جز این
بحر تجربه بجز مشت آبی ریزند

جز با تو چند اگر بهم آمیزند
یا جنگ کنند باز ہم بگریزند
جائے یک کس اگر نشینند دو کس
آیند بجنگ از ہم و برخیزند

از شاہ سپہ ز حصر بیروں ترسند
از ہیبتِ عالمے بسے دوں ترسند
عالم از ضبط بادشاہیست حکیم
ورنہ از یک کس ایں ہمہ چوں ترسند

آں کل زیں جزو راز مبہم طلبد
تا عجز آرد بگریہ و غم طلبد
وزدند بسے ز طفل چیزے بمزاح
آنگہ طلبند از دگر او ہم طلبد

انساں بدم بیاں جہاں را جاں داد
یعنی ہر چیز بود شرح آں داد
آں بادہ کہ عرش و فرش مستند ازو
ساقی ازل بساغر انساں داد

این خلق بسے مشرب عاجل دارند
بے تعمیر خانۂ دل دارند
فرق ست بسے ز کوزہ گر تا ہنا
ہر چند کہ ہر دو دست در گل دارند

از لحمی و شحم گفت و دیدے آورد
ہیرے و سے زاب پلیدے آورد
سیل ہمہ در محیط او صافی شد
گر بر دیزید بایزیدے آورد

روزے کہ اجل در اَمل می بندد
یک کس میگرید و یکے می خندد
گر نبدہ ز کام خود جدا میگردد
خنداں بمراد خویش می پیوندد

ہر کس کہ قدم بہ سیر ایام نہاد
جز در پئے عادتے نہ یک گام نہاد
غول آمد و برد مردم عالم را
و انرا افیون و بنگ و مے نام نہاد

اسم-۱

بس جہد نمودیم جوش روم نشد
یعنی فلک سرکش محکوم نشد
فریاد کہ ہر چند برہ بن رہ رفتیم
فرع اللہ ماند و اصل معدوم نشد

بیننده ره وصل احدی جوید
ہر سو بسے ارچہ نیک و بد می پوید
یعنی تو رہ خود بصارت می زد
ہر کس سخنے برائے خود می گوید

ہر چند فسانۂ بے عدد می خوانند
خود را بخیال نیک و بد می خوانند
آں گور کہ بہرام بر و داغ نہاد
دنیاست کہ یکچند ز خود می خوانند

در دہر ز بسکہ خلق غیر اندیشند
یک مومن نیست جملہ کافر کیشند
ایں قوم چنیں کہ قدر ہم می شکنند
بدنام کنان روزگار خویشند

گاہے غم این جہان زمن تاب برد
گاہے بخیال آن جہان خواب برد
حاصل چو حباب بر سر بحر خیال
گہ باد۔ دوانَدَم۔ گہے آب برد

هر چند که شکلے خوش و زیبا سازند
در پردهٔ او ببیں که چه می پردازند
با هر دلبر کرشمه آموزی هست
بے تاثیر ست ساز تا ننوازند

آنکو فرعش ز اصل بو می آرد
او از همه سو بخویش رو می آرد
آنکس که کتاب زه خبر می گوید
او کے بکتاب سر فرو می آرد

در دورِ فلک که بیش و کم می آرد
وان بیش و کم آئینه هم می آرد
صاحب کرمے که از کرم خرم نیست
نانِ او را مخور که غم می آرد

گاہے چیزیست معتقد - می سازد
بعد از پیچند باز او می سازد
یعنی کہ جہان بخود نہ خوبست و نہ زشت
او در نظر تو نیک و بد می سازد

ہیچون طرحے ظہوری انداز د
غیب ہمہ بر حضور می اندازد
اما تعمیق فیلسوفانۂ تو
زین نزدیکت بدور می اندازد

ہر کس باشد روئے بہ ہر جا دارد
او صورت حال خود تمنا دارد
بے مغز انہ اسوئے خود ہیچو اند
کوس شاہی کہ این ہمہ غوغا دارد

ہستی کہ باصل خویش وحدت دارد
در دیدۂ احول تو کثرت دارد
آئینہ ہشت شکستہ است ازان
یک عکس در و ہزار صورت دارد

هر کس بهره ز دین و ملت دارد
سرّ توحید در جبلّت دارد
علم و عمل تهی ز توحید ریاست
در پوست که مغز نیست علت دارد

هر یار اگرچه یارِ دیگر دارد
یارِ ازلی اعتبارِ دیگر دارد
پر هرچند مرغ نیست بیکار ولی
امّا پرِ دو بال کارِ دیگر دارد

انسان شرف و دولتِ شان هم دارد
از حضرتِ ایزدی نشان هم دارد
گویند که جان ندارد ایزد امّا
این طرفه سببی است که جان هم دارد

تا حضرتِ حق دربرِ ما جان دارد
رزق همه روزیم فراوان دارد
سررشتهٔ روزی بنفس وابسته است
گافر گرد خویش بدگمان دارد

دنیا که هزار مست و شیدا دارد
زهریست که در قند و شکر جا دارد
هیچیست و کرشمهاے رعنا دارد
زشتیست و مقامات زیبا دارد

عالم که بسے فسانه و فن دارد
ناراست آنرا که نورِ ایمن دارد
هرچند که خانه پر ز نقش است و نگار
هر زغ مسکیں چشم بروزن دارد

عالم همه درد است طبیبے دارد
یعنی که محبت حبیبے دارد
کس نیست که از عشق درد و نوری نیست
هر ذره ز خورشید نصیبے دارد

هست همه را حکیم ذوالمن دارد
هرچند که عالمے من و من دارد
جز صاحب کالا نبرد کالا را
هرچند که حمّال بگردن دارد

هر کس خبرے از رہِ یاری دارد
اندر رہِ یار خاکساری دارد
دانی ز ہمہ گرانتوان بہ گفتن
آن کز ہمہ بیش بردباری دارد

درد ہر کہ قہر و ضد قہرے دارد
ہر کس باشد فقیرے و بہرے دارد
داریم ہزار درد و یکدرمان نہ
خوش آن زہرے کہ پائے زہری دارد

عارف ہر چند پائے لغزے دارد
بیرون از خود مقام نغزے دارد
افتادگی صاحب دل خواہد شد
آرے شکند ہر چہ مغزے دارد

[illegible]

عاشق کہ نہ خانہ نے دکانے دارد
از عالم لامکان نشانے دارد
از تن بر مد دلے کہ او زندۂ اوست
در گور نخسپد آنکہ جانے دارد

گو آنکه دماغ آشنائی دارد
در دست چراغ آشنائی دارد
گل نیست درین باغ برنگِ دلِ من
جز لاله که داغ آشنائی دارد

در هر که رسید یاری می پندارد
در هر جنبش قراری می پندارد
بیچاره تو آشناست در بحر وجود
هر موجے را کناری می پندارد

ما را از جهان که نام بس منزل برد
ساقی الست مست لایعقل برد
اے جنت و نار آنچه انجاست بما
صورت بنمائید که معنی دل برد

ارباب هوس که نشهٔ دنیا برد
هم دنیا را امنطنهٔ عقبیٰ برد
نقد است امروز عیش سرمد اما
طولِ املش بنسیهٔ فردا برد

حرص و اہل آنکہ عشق و شورش ببرد
از دیدۂ حق شناس نورش ببرد
و نباد ہدش بکام و غلامش نخیرد
زن مرد بپرورد کہ زورش ببرد

شخصے چندیں خیالہا کرد و بمرد
معدوم شد و راہ بموجود نبرد
تنہا نہ تو این خیال را صیدی بس
کاین غول بسے چون تو درین وادی خورد

جز اہل دل کہ جان جاویدان برد
یعنی کہ بعشق زندہ شد و ز خود مرد
خلقے فانی چہ بادشاہ و چہ گدا
خس بر سر سیل چہ بزرگ و چہ خورد

یک پرتو او بہر چہ افگندہ شود
گر مردۂ صد سالہ بود زندہ شود
عشق است کہ گر جانب کافر گیرد
اسلام بسجودش آرد و بندہ شود

از خوان سپهر هیچکس بهره نبرد
وین مادر دهر هرکه زاد او بخورد
افسوس که بهر او باید زیست
فریاد که ناامیدی می باید مرد

در دنیای دون که کس از و بهره نبرد
آرام نیافت نی بزرگ و نی خورد
درویش بشکوه کین چه عمر است مرا
منعم نالان که آه میباید مرد

از دیگری

از پیش روان پیروی خلق سزد
شکرانه که دور جز دم و شق نزد
بر قافله که رفت بر راه حجاز
جز پشت خری چند دران ریش نشد

از دیگر

اجزا همه را خود بشرع ار شپرد
خود را دگری دید بکل راه نبرد
ز انسان که ز چار صفه در یک صفه
استاد سفیهی که سه دید و سه شمرد

عہ دہر این ہمہ کز قضائے اللہ کشد
غافل کند و کور نہ آگاه کشد
جلاد بنزد شہ گنہگاران را
شرط است کہ چشم بند و آنگاه کشد

نازم روز کہ راه من درین دیر فتاد
یکره پیوند باکسم دست نداد
این شیوه ز ہیچکس نیاموختہ ام
عیسی صفتم مجرد مادر زاد

عشق است بر اہلِ وفا میگذرد
ہرچند کہ دریادِ و وا میگذرد
کل است اما ز جزوِ خود بیرون نیست
بحر است اما ز جوئہا میگذرد

خلق آئینہ اند بہر آن خالق فرد
رد کردنِ خلق بُعد خالق آورد
ہر در کو آب دید گوئی و بریخت
آن آب کہ ماه را بجوید گم کرد

عہ دنیا جو لوگوں کو اللہ کے حکم سے مارتی ہے تو پہلے غافل و اندھا کر دیتی ہے۔ آگاہ کر کے نہیں قتل کرتی ہی۔ جب جلاد مجرم کو بادشاہ کے سامنے قتل کرتا ہی تو پہلے آنکھ پر پٹی باندھ دیتا ہے۔

دارد همه چیز غیر حاجت آن فرد
بل هم ایجاد اہلِ حاجت او کرد
اورا همه غفران و مرا عصیان است
کس پیشِ طبیبان چه برد غیر از درد

خورد از مئے دل شراب نتواند خورد
تا خانۂ تن خراب نتواند خورد
تا کس متعین است زین راز بزیست
خرتو بره بر سراب نتواند خورد

جز آنکه فریب دورِ ایام نخورد
در بزم اہل خورد نه صاف نه دُرد
در دهر کسے نزاد کو باز نمرد
زین دهر کسے نزرت کش باد نبرد

ره رو باید ز جزو در کل پیرد
چون رود که آرام بدریا گیرد
هر مانده از این سیر جهنم نخورد
جز آب ستاده بوئے بد بنپذیرد

خود رایک چند هر که سائر گیرد
ناگه بینی که چرخ دائر گیرد
تدبیر کند کار نه تعجیل و غرور
ورنه گربه چگونه طائر گیرد

تا چند ترا وهم تو دور اندازد
زانگونه که افگند گهت افرازد
گوئی که در آنجهان بمن پردازد
او خود ز تو هر زمان جهانے سازد

عارف دل و جان تو مزین سازد
خارے که کند بجاش گلشن سازد
کامل همه را ز نقص بیرون آرد
یک شمع هزار شمع روشن سازد

هر دم پئے هجر من فنے میسازد
در راه وصال رهزنے میسازد
یعنی همه اوست نیستم من امّا
او هر لحظه مرا منے میسازد

گاہے خبریت معتقد می سازد
بعد از یکچند معترض می سازد
یعنی کہ جہان بخود نہ خوبست و نہ زشت
آن را نظر تو نیک و بد می سازد

عاشق ہر کہ از سر جان دعوی کرد
عشق آمد و نومید از ان دعوی کرد
گوید بزبان حال در مجلس شمع
کز عشق بیک سر نتوان دعوی کرد

خال و خط و چہرہ خوش ادائی ہا کرد
چشم و لب و زلف دلربائی ہا کرد
نے نے ہمہ عشق بود کز دیدہ من
آئینہ دید و خود نمائی ہا کرد

تسلیم و نیاز ضال را مہتد کرد
مقبول قبول طبع نیک و بد کرد
اظہار محبت آیت محبوبی است
ہر کس گفت از تو ام مرا از خود کرد

نا معلوم

در روح چو عشق امرِ قُل خواہد کرد
کشفِ ہمہ اسرارِ رسل خواہد کرد
ہر چیز کہ گز و شنیدہ خواہی دید
ہر آب کہ خوردہ باغ گُل خواہد کرد

از سیر مہ و مہر سفر باید کرد
در عالمِ انسانیت گذر باید کرد
تقویم چہ سود دیدن و دانستن
در احسنِ تقویم نظر باید کرد

جاہل چو رسد بجہل رو باید کرد
بر قع برخِ سخن فرو باید کرد
باید سخنے بقدرِ فہمش گفتن
طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد

گفتم ہمہ بیداد و منی باید کرد
گفتا کہ زخود یاد منی باید کرد
گفتم کہ چناں گوئے سخن تا شنوم
خندید کہ فریاد منی باید کرد

چوں عشق نظر بعالم و آدم کرد
پیدا شد عقل و پشت طاقت خم کرد
آرے ہر جا کہ تند بادے آید
باید ہمہ چیز بستن و محکم کرد

ہر چند کہ عقل نفی این و آں کرد
یک شمہ بکمالِ عشق کے نقصاں کرد
شب پردۂ عالمے تواند بودن
اما نتواند شررے پنہاں کرد

اے خواجہ فراقِ ایں غم نتواں کرد
ویں ناز و تکبر ز تو کم نتواں کرد
معشوقِ خودی۔ تو عاشقِ کس۔ نشوی
معشوقی و عاشقی بہم نتواں کرد

قطعِ نظر حرمتِ شہ نتواں کرد
شہ را نسبت بہر سپہ نتواں کرد
یعنی در عشق عاقبت بینی نیست
پیشِ مخدوم پس نگہ نتواں کرد

عشق تو ملامتم ز آئینها کرد
تلخ تو مرا غنی ز شیرینها کرد
آن رفت که با کس کنم اظهار رمز
دشنام تو فارغم ز تحسینها کرد

هر کس که نه ترک اعتبار خود کرد
او کار خدا نکرد کار خود کرد
زاری و نیاز و عجز می خواهد عشق
کس را نتوان به زور یار خود کرد

جمعیت خلق را رها خواهی کرد
یعنی ز همه روئے به ما خواهی کرد
پیوند به غیر ما ندامت دارد
محکم مکن این گره که وا خواهی کرد

هر دم یعنے جرا بمن بد می کرد
در سلسلۂ غمے مقید می کرد
از اول عمر تا به آخر غم خویش
من عرض همی کردم و او رد می کرد

هرکس پئے قدرِ خود شتابی میکرد
نے کل و نہ جزو زین حجابی میکرد
خورشیدِ بلند لافِ هستی میزد
آن ذرهٔ دون هم اضطرابی میکرد

بدخوئے چو مار نیش در رہ میگیرد
با ہر کہ پئے علم و ہنر میگیرد
این نفس باہلِ عشق آشفتہ تر است
سگ چوب بدست را بتر میگیرد

نا اہل نہ اہلیتِ فضل میگیرد
ہرچند کہ اخبارِ رسل میگیرد
صد سال اگر خار بگل بنشیند
نہ رنگِ گل و نہ بوئے گل میگیرد

ہرچند زمانہ شور و شر انگیزد
بشکیب وگرنہ زان بتر انگیزد
نتوان بر موجِ بحر دست رد زد
کاین دست زدن موج دگر انگیزد

آنانکہ مے از جام سعادت نوشند
صد خم کشند و در مروّت کوشند
قومے دیگر ز غایت بدبختی
صد نام نکو بحبّۂ بفروشند

ایں خیل کہ در شہادت اخلاصند
از عیب ربودۂ ادائے خاصند
گر عشق نہ مطرب است در پردۂ خاص
چندیں فلک و ملک چرا رقّاصند

اے اہل مراد۔ عدل و دادے بکنید
یعنی یادے ز نامرادے بکنید
اے آزاداں کہ بہرہ مندید ہمہ
از بندۂ بے نصیب یادے بکنید

سیمرغ سخن کہ شرح احوال کند
ہرگاہ پرد دو کون را بال کند
رہ روز بیاں سیر گرم سیر است
طائر ز صدائے بال خود حال کند

دانی غافل که از خدا یاد کند
آندم که جلال صبح بنیاد کند
از خواب چون خفته را کند کس بیدار
آهسته چو بر نخواست فریاد کند

چون شاهِ ازل جلوس با عام کند
یعنی که بخاص و عام انعام کند
کرسی ز چهار مصرعِ من سازد
دیگر او را رباعے نام کند

جاں در رہِ عشق پاؤ سر را چہ کند
دل مستِ نقاست آبخور را چہ کند
تن محو بزیب هست فر را چہ کند
عیسے بفلک رسیدہ خر را چہ کند

معشوق نظر بچشم عشاق کند
آئینہ خود انفس و آفاق کند
یعنے عاشق اگر شناسد معشوق
حاشا که باو تغافل اطلاق کند

معشوق بعاشق چو نظر باز کند
عاشق ہماں شیوہ ازاں ساز کند
ایں ترک نیاز من ما و از من بہرت
آئینہ بحسن او با و ناز کند

دانی غافل کہ از خدا یاد کند
آں دم کہ جلال صبح بنیاد کند
از خواب چو خفتہ را کند کس بیدار
آہستہ چو برنخواست فریاد کند

مرد ارچہ سخن ز عالم راز کند
تا در فلک است چشم کے باز کند
ہر چند کہ مرغ آسماں پرواز است
تا در قفسے بود چہ پرواز کنند

عارف سخن ارچہ مختصر ساز کند
چشمت بینائے عالم را نہ کند
ہشدار کہ ہر چند کہ خرد است کلید
بر خانہ بس بزرگ در را باز کند

آنکس دل شده حبیب باشد چکند
بیچاره و بی نصیب باشد چکند
عشق خوبان بلا فراوان دارد
آنرا که خدا رقیب باشد چکند

مرد آنکه بلطفِ خویش شادش نکند
صد چله بر آرد اعتقادش نکند
گر شیره سالها کند مستوری
مشتاق نکردد کس ایادش نکند

جز لطفِ خدا داده نویدش نکند
آنکس که غرور نا امیدش نکند
چون جامهٔ آسمان کبودِ ازلیست
صابون مه و مهر سفیدش نکند

نسخه

دانا هرگز ادائے ناخوش نکند
جز پیروئ دشمن سرکش نکند
آتش که بلند شد برو آب زنند
دفع آتش کسے بآتش نکند

تا مرد بپاس ہمت خود شق نکند
در کارِ حکیم دخل مطلق نکند
تا ما ئیم دعوئے ما حرج است
اثباتِ وجودِ حق بجز حق نکند

عقل و حس را بخت کہ قوامی گردند
کام دو سہ با تو آشنا می گردند
مغرور مشو بدین رفیقاں کایشاں
یک یک در راہ از تو وامی گردند

دانا ہرگز ادائے ناخوش نکند
جز پیروی دشمن سرکش نکند
آتش چو بلند شد بد و آب زنند
رفع آتش کسے بآتش نکند،

گر حق تخویبِ عدل و دادے نکند
خلق از روشِ صواب یادے نکند
جز صاحب باغ کارِ او جملہ صلاح
کس نیست کہ در باغ فسادے نکند

در نقطهٔ ذات است بخود حاجت مند
نه دائره را معنئ اصل و پیوند
آن پایه که معراج محمدؐ خوانند
در علم و عمل جوئے نه در پست و بلند

این خورد و بزرگ که بنام انسانند
در دستِ زمانه همچو انگشتانند
امروز اگر پست و بلندی دارند
فردا چو بخوابند همه یکسانند

آن راهروان که لیل را فجر کنند
آرام کجا بظلمت شب هجر کنند
بر دوران است امروزی همه کس
از قافله بازمانده را زجر کنند

آنانکه شرابِ معرفت نوش کنند
از هرچه بجز اوست فراموش کنند
آنرا که زبان دهند دیده ندهند
وانرا که دهند دیده خاموش کنند

قومی که دل از جان ابد زنده کنند
نظارهٔ این سپهر گردنده کنند
بی منت چشم و لب بدین بیخبران
هر لحظه هزار گریه و خنده کنند

این بوالهوسان که کار خودکام کنند
دنیا و امت روی در دام کنند
زین غصه و غم که بهر اکل و لبس است
آزاد شوند و مردنش نام کنند

جان و دل گرچه شرح غم کم نکنند
چشمانِ تو یک لحظه ستم کم نکنند
ارباب هنر درشتیٔ سائل را
منظور ندارند و کرم کم نکنند

در وصل خدا علم و هنر را چه کنند
چون صلح شود تیغ و سپر را چه کنند
خود را چو شناسند خبر را چه کنند
گم کرده چو یابند اثر را چه کنند

آنانکہ باصل کار نیکو بینند
کار این سو برائے آنسو بینند
زان گونہ کہ روئے جامہ را خیاطان
زین رو و زند حسن زان رو بینند

گر راز نہان حق تعالے بینند
کے سود و زیان خویشتن را بینند
خلقے بگمان اصل یقین اند ہمہ
کوران خود را بخواب بینا بینند

خلقے عالم اہل تمیزے نشوند
یعنی بے کبر و لاف چیزے نشوند
رسمے است سپہر بازگون را کہ درو
تا کذب نورزند عزیزے نشوند

رو دیدہ طلب کن و بمعنے پیوند
کین نقش و صور نیست بجز پردہ و بند
تفسیر بسے دیدم و آن نیز نبود
جز حرفے چند ہر سر حرفے چند

طفل اند آنانکه عرض اسباب دہند
گوہر بقبول این و آن تاب دہند
وقت بالغ ز وصل خلق است غنی
محصول رسیدہ را چرا آب دہند

کامل ز یکے ہنر دہ و صد بینند
ناقص ہمگی معائب خود بینند
خلق آئینہ روئے و دل یکدگر اند
در آئینہ نیک نیک و بد بد بینند

ہر کس دل را بعشق نخے می بیند
ہر سو نگرد جمال وے می بیند
جز غفلت نیست غیر اندیشیدن
کس خواب نکردہ خواب کے می بیند

خالق جز شان خویشتن نگزیند
خلق ارچہ بقائے و فنائے بیند
قصد فارس بجز فرس راندن نیست
ہر چند کہ گرد خیزد و بنشیند

تا در چرخ اغنیا درم سنج نیند
جز لائق سنگ محنت و رنج نیند
آنانکه زر و سیم نگه میدارند
مار گنج اند صاحب گنج نیند

مرداں نه زمین و آسمانے گویند
یعنی که سخن ز لامکانے گویند
در ملّت اہلِ معرفت معراج است
ہر جا رازے به راز دانے گویند

در عالم اگر زشت و اگر زیبا بود
اسباب سخن گفتن یاے گویا بود
کوتاه نظر نیافت این مضمون را
ورنه چندیں چه حاجت غوغا بود

صورت ہمه گر که بود بینی نابود
در معنی رو که ذرّه خورشید نمود
از بہر غنی فقیر مقناطیس است
تا جذب کند جوہر او یعنی جود

گر زانکه مرا هزار دین خواهد بود
یکتائی ذات تو یقین خواهد بود
گر سر از اوج نه فلک بگذردم
در کنج غم تو بر زمین خواهد بود

یکدم با و فانه گو نتوان بود
یک لحظه با و نظاره جو نتوان بود
این غم بکه گویم که من حیران را
با خود نتوان بود و با و نتوان بود

از مردن خود اسیر غم نتوان بود
با زندگی آرمیده هم نتوان بود
ناکرده فرامش عدم خویش و وجود
در پرده راز محترم نتوان بود

نه هر که نکوست دوست میباید بود
بد را ابر مغز پوست میباید بود
یعنی سهل است دوست بودن با دوست
با دشمن نیز دوست میباید بود

هم کعبه و دیر سیر میبایدبود
هم در غم شر و خیر میبایدبود
این نیست عجب که هستی من همه اوست
این است عجب که غیر میباید بود

معطی بعطائے خویش میبایدبود
کشاف غطائے خویش میبایدبود
بر سر هر کوئے نمی باید گشت
آهوئے ختائے خویش میباید بود

تاکس نرود بجاے کامل بود
جز غافل نیست گر نشنید خوشنود
در خانهٔ دنیا مطلب خاطر جمع
اسباب طرب بجائے تا اهن چه سود

گر مرد بقصد حق قدم نه می بود
از بطلان تو خبرده می بود
گر زانکه به نیا نمی بود اعمال
هرگاه خرے۔ زآدمی۔ به۔ می بود

شمس
غطا - پرده دیدن
خطا - خطا دیدن

گر مرد خبیر و عاقبت بین میبود
قوت دنیاش قوت دین میبود
طفلی میکرد گریہ گاہے پے کام
بالغ شد و گفت آہ اگر این مے بود

نادیدہ رخ تو با تو کاریم نبود
جان زار و دل فگاریم نبود
دیدار ترا دیدیم و از دست شدم
در دوستی تو اختیاریم نبود

افسانہ چند کفر و دین ہیچ نبود
غیر از افسانہ آفرین ہیچ نبود
آن گفت چنانم من و این گفت چنین،
غیر از دو سخن خود آن و این ہیچ نبود

در ہر کہ رسید یارمی پندارد
در ہر شورش قرار می پندارد
بیچارہ ناآشناست در بحر وجود
ہر موجے را کنار می پندارد

عشق آتش و غیر عشق یکسر کاغذ
هر آتش را کجاست در خور کاغذ
یعنی صفتِ ذات نه از ذات جداست
هرگز آتش نبرد کس در کاغذ

نادیده رخ تو با تو کاریم نبود
جان زار و دلفگار ریم نبود
دیدارِ ترا دیدم و از دست شدم
در دوستیٔ تو اختیاریم نبود

این عمر که ما را همے بیش نبود
وین شادیِ عالم که غمے بیش نبود
چون مدّ شهاب و برق بر اوج نمود
هر چند در آن شد و مے بیش نمود

آن در پئے دل زندگی هیچ نبود
وان گوشهٔ صبر و بندگی هیچ نبود
حاصل آن بود کز تو بوئے بردیم
ورنه این عمر و زندگی هیچ نبود

ہستی چو سر فضولی افراختہ بود
در جہد صلاح کارم انداختہ بود
غافل بودم ز حکمتِ او کہ نخست
بے منتِ من کارِ مرا ساختہ بود

علمے کہ حقیقی است درسی نبود
درسی نبود ہر آنچہ در سینہ بود
صد خانہ کتاب ہیچ سودے ندہد
باید کہ کتابخانہ در سینہ بود

ہر جزو اگرچہ از حد بیشی تی بود
یکحرف بروں ز دفتر کلی بود
یعنی خامش چو رہ بمعنے بردی
زر کے دزدید آنکہ گنج از وے بود

زور خرد ار نہ یار آدم میبود
چوں وحش و طیور کارِ آدم میبود
زورِ بازو گر اعتبارے میداشت
کے فیل بزیر بار آدم میبود

زین هستیِ باطل نشده پاکِ وجود
کس را ز دعا و ذکرِ حق سود نبود
سدّه ز جگر دفع کن ای مستسقی
گر خوردنِ آب نیست بسیارت سود

عالم همه فرعِ تست ای اصلِ وجود
هر چند وجودِ تو در و خورد نمود
پرتو مرِ شمع را محیط افتد بس
با آنکه ز شمع باشدش بود و نبود

زینها که رجا بر تو مکرر نشود
وز یاس دلِ تو جز مکدر نشود
ایام جوانی مگر از سر گیری
آرے گیری و لے میسر نشود

آن جزو که در ماند بخود رفت فرود
وان جزو که کل گشت جهان را بر بود
چشمه بخنبے بند و شط اشتر ببرد
با آنکه یکیست هر دو را بود وجود

بینا یانرا بجوشش نظارہ فزود
ہر چند کہ خلق مختلف کارہ نمود
حاصل جز وے کہ جذبہ از کل واشت
جز باہمہ اش یکے شدن چارہ نبود

توحید بہ ہر کہ پردہ راز کشود
یک را ہمہ و ہمہ یکے دید و شنود
من می گفتم کہ حال خود می گویم
چوں وا دیدم حال ہمہ عالم بود

گر جرعہ ز جام معرفت نوش شود (نسخہ ساغر)
ویں کشمکش ہوا فراموش شود (نسخہ زمزم)
قلب عارف زیر فلک کے گنجد
کے دریا را حباب سرپوش شود

آدم خاکست چوں رہ کار شود
اندک اندک ز خود خبردار شود
پیدا شودش معرفت و علم و ہنر
شہ رازہ آمد و شد بسیار شود

توفیق رفیقِ اهل تصدیق شود
زندیق درین طریق صدیق شود
گر راز را ندانی انکار مکن
تقلید کن آنقدر که تحقیق شود

تا کس یکچند شاد و غمگین نشود
یک نکته درو دلکش و رنگین نشود
تا دیده درخت گرم و سردی سالی
یک میوه درو پخته و شیرین نشود

هر نیک و بدی که رو نماینده شود
پاداش چو از دهر رباینده شود
اوقات گذشته مرد را گر بیناست
استاد سلوک وقت آینده شود

از هر سخنم دو کون پیموده شود
چون نور کزو ظلام فرسوده شود
یعنی دل من اسیر طبع من نیست
خورشید بآب و گل کی اندوده شود

از فرقِ سرم تا به قدم دیده شود
روزے که جمالِ تو مرا دیده شود
در من نگری همه تنم جاں گردد
در تو نگرم همه دلم دیده شود

هر کس که سفر کند پسندیده شود
خاکِ قدمش چو سرمهٔ دیده شود
پاکیزه تر از آب نباشد چیزے
یکجا که مقام کرد گندیده شود

رہرو نه هبوطِ راه یابد به صعود
بے ره ز صعودِ خویش باز آید زود
در سیرِ کسے که روئے دل در حق بود
چاهِ یوسف به از سپهرِ نمرود

هر لحظه ترا اگر غمے روئے نمود
بگذشت هماں زماں و گویا که نبود
مانند حریر است وجودِ پاکاں،
چوں عقده گرفت وهم زود کشود

آن خالق کلّ شی چون روئے نمود
در باطن و ظاہرے ترا از تو ربود
چون عکس در آئینه و چون موج در آب
ہر چند تو باشی آن تو بود

یکچند نبات رہ بحیوان پیمود
حیوان انسان شد و شکست و فرسود
سبحان اللہ که خاکے از لطفش و مہر
گرد این ہمه سیر باز آن گشت که بود

سالک نه ہمه رتبهٔ اعلیٰ خواہد
ہم رتبهٔ اعلیٰ و ہم ادنیٰ خواہد
در سیر و بلند و پست در بایست است
طائر بہوا پر بزمین پا خواہد

عالم ہمه درد است و دوا میخواہد
از خوان کرم برگ و نوا میخواہد
کس بے حاجت نمی تواند بودن
درویش غذا شه اشتہا میخواہد

غافل کہ نہ سلطان قدر ہیچو اہد
زین ارض و سما رہ بدر ہیچو اہد
بر تخت نشانند اگر طفلے را
او دا مین مادر و پدر ہیچو اہد

مادام کہ جزو وصل کل ہیچو اہد
پیغام رسل با امیر قتل ہیچو اہد
خود جزو ز کل نیست جدا چون دانست
دیگر نہ ملائک نہ رسل ہیچو اہد

آمیختگی مرد و زن ہیچو اہد
از من ہمہ ترک عقل و فن ہیچو اہد
خود نتوانست صبر در خلوت قدس
آرام ز بیدلے چو من ہیچو اہد

غافل ز کلام آگہی ہیچو اہد
غافل ہمہ شادی و غمی ہیچو اہد
ترا نگوئی کہ از سرمہ کشیدن در چشم
مردان نور و زن ہی ہیچو اہد

اندر رہ عشق جہد ہا لا آید
این جذبہ مگر ز حق تعالے آید
آنچہ نتوان رسن ببالا انداخت
باید کہ رسن بچہ ز بالا آید

ہر چند کہ بر ضد ہمہ آیات آید
در دیدۂ بینندہ ز یکذات آید
ہر چند کہ خلق نفیٔ توحید کنند
در پیش خداشناس اثبات آید

غم مژدہ دہ وصال جاوید آید
ہرگاہ طلب بر درِ امید آید
در دل شدہ اشتیاق او نائب او
چون ماہ کہ شب بجائے خورشید آید

چون مرد ز ہر دو کون بیزار آید
سیر رہِ عشق را سزاوار آید
رنگے چند ند خلق دل مردہ و بس
کے راہ روی ز نقشِ دیوار آید

عالم بره کیش تو خواهند آمد
شاهاں همه درویش تو خواهند آمد
از بهر خدا نشسته فارغ ز همه،
بنشیں که همه پیش تو خواهند آمد

از مهر رخی که با تو در می آید
آں مهر ز مشرقِ تو بر می آید
سویش نظر افگنی و دلبر خوانی،
دلبر خود از اں سو که نظر می آید

کارم همه خوب و زشت و کبر و کیں بود
افسانۂ عمرو زید کفر و دیں بود
عشق آمد و برد و عالمِ من خندید
شاخِ عمرم گلے که بشگفت ایں بود

هستی و اجل را که خلل می آید
پیغام ز معشوقِ ازل می آید
آنکس که ترا قرار جز با او نیست
آوازش از آنسوئے اجل می آید

هر لحظه بگوش هوش من می آید
رازے که جهان خموش من می آید
سیمرغِ سخن بقافِ معنی چو پرد
آواز پرش بگوش من می آید

گفتار کز آن مسیح دم می آید
چون روح بمرده مغتنم می آید
یارب سخن است کان دهن میگوید
یا جانِ منست کز عدم می آید

در بیداری و خوابِ من می آید
اینک شبِ بیجابِ من می آید
چون شمع توان سوخت با این دل گرمی
تا صبح لحد آفتابِ من می آید

عارف نه ستیزنده نه شیدا باید
علمش همه در عمل هویدا باید
کس صید نمی شود بزور و زاری
دامش پنهان و دانه پیدا باید

باکس نه سوال و نه جوابت باید
باهردم چشم خود خطابت باید
چشمے داری و عالمے جلوه گرست
دیگر چه معلّم چه کتابت باید

در عشق نه علم و نه کتب میباید
محبوب و محبّت و عقلِ حب میباید
زاهد تو برو که قشر قشر قشری ،
اینجا همه لُب لُب لُب میباید

در عشق مرا نه عقل و دین میباید
مضطر شده را نه عیب بین میباید
صاحب نظرے باید تا حال مرا
تاویل کند که اینچنین میباید

کس را ز مقامش خبرے میباید
گر سیرِ فلک مختصرے میباید
بر دوشِ پدر بگریه طفلے میگفت ،
کائے باباجان مرا خبرے میباید

این خلق رهِ بقاؤ امید ندید
در خلق فنا خدائے جاوید ندید
سبحان الله حیرتے دارم سخت
زاں دیده که ذره دید و خورشید ندید

بر مردم حق پسند عارف خندید
جز محکمی و ملائمت نه پسندید
نا قابلِ عشق در جهنم افتاد
چرمے که بدباغ نیامد گندید

اندر رهِ توحید قدم بردارید
گر مذهب و ملتِ پیمبر دارید
یا ریست عزیز جاں باو باید داد
یاراں عزیز دل نه هم بردارید

تا شاهدِ را از پردهٔ ناز درید
مرغِ دلِ من از قفس آزپرید
جاں باد فدائے شاهدِ عشق که او
از در ده هر دو عالمم باز خرید

تا مرد ز خلق در خلائے نرسد
در گوش دل از خدائے نرسد
یعنی هر کس درد به بیدردان گفت
شرط است که هر کس بدوائے نرسد

در کوئے خرد و شهر و در خانه مباد
جز با یار قدیمش افسانه مباد
روزیکه ز هیچ آشنا نایدکار
آنکس که با دوست کار بیگانه مباد

کس همچو من غریب و بے یار مباد
بیچاره و عاجز و گرفتار مباد
در درد هجران مرا بجان آورده
هر جا که طبیب نیست بیمار مباد

هر عاشق را که در سینه که دید
جز عین صفا به یار دیرینه که دید
غفلت در عشق ره ندارد هرگز
برهم زدن چشم در آئینه که دید

هرگز در مدح و ذم نمی باید زد
بیرون از حد قدم نمی باید زد
عالم همه مرآت جمال ازلیست
می باید دید و دم نمی باید زد

افسوس که هیچ کس بحاصل نرسید
یکتن بطواف کعبهٔ دل نرسید
در وادیٔ ترک خود که وصل حق است
کس راه نرفت ازان بمنزل نرسید

اے اہل مراد عدل و دادے بکنید
از بندہ بے نصیب یادے بکنید
اے آزادان که بهره مند اید همه
گاہے یادے زنامرادے بکنید

ردیف (ر)

از خود بگسل رہ جہاں رشد آر
با حق پیوند و خویشتن را خوشدار
یک یک زدرخت عمر چوں برگ افتد
تو نیز درین درخت برگی ہشدار

جان و دل شد یکے برافشانده غبار
آب و گل شاد معطل بیہده کار
یک معشوق است بس درین خانه ولے
بعضے دیدار دیده بعضے دیوار

نے باک ز چرخ و مہر و ماہش میدار
نے کار ز خلق و رسم و راہش میدار
اصل نظر است مطلع ہر نورے
حرمت کن و پاکیزه نگاہش میدار

چوں آتش عشق گشت باد نیست قرار
پیوسته از و نفور داری و فرار
آرام نه در غم است و نه در شادی
گہیں ہرد و ہمیر و ند چوں نار و شرار

ارشد راه راست

اشیا ر چو بجنبد نمود از پردهٔ کار
هر نیکی را بدی بباید ناچار
از خلق هنر ببین وعیبش بگذار
در باغ تو گل بچین چه کارت با خار

در اندک خود دید ولی هر بسیار
شد کار نبی هم از مکرر بسیار
دخلے بسیار ورکم از بسیار است
ور خرچ کم است نیز کم در بسیار

حسنے کہ کند عشق بآں لب رانز
باشد ز قصور بشر بالاتر
حسنے کہ بخار معدهٔ مایه اوست
عشق آں خود بود ازاں رسواتر

۱؎ باخلق دنی اگر نہ جنگتم بہتر
ز و هم نہ تفقد دے[۲] شنفتم بہتر
گفتم بکسے کہ "نفورم ز تو من"
گفتا کہ من از تو نیز۔ گفتم بہتر

[۲] تفقد گم شده را باز جستن و پرسش نمودن

۱؎ اگر کمینہ لوگوں سے میں نہیں ملا تو اچھا ہوا۔ اور انھوں نے بھی مجھے نہیں پوچھا تو یہ اور اچھا ہے۔ ایک بد صورت آدمی کو دیکھکر میں نے کہا کہ "مجھکو تمھیں دیکھکر نفرت ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ اس کو بھی مجھے دیکھکر نفرت ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہے۔

۵۱
چون حاصل آدمی درین دیر دو در
جز خون دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکسے کہ چون زاد بمرد
آسودہ کسے کہ خود نزاد از مادر

۵۲
شکرانہ کہ یافتی ز ہر فتنہ مفر
یعنی بر خصم نحس ایام ظفر
ہستی ترا بہ از شکست امرے نیست
چون کوزۂ کہنہ آخر ماہ صفر

۵۳
در بزم وصال شاکی آنجا شاکر،
ہم گم شدہ پیدا ہمہ باطن ظاہر
دل طرۂ او گرفتہ و میگوید
صد شکر کہ دزدِ خود گرفتم آخر

۵۴
ہر کس را پئے کام ہر دم اطوار دگر
جز دام نہادن نبود کار دگر
گر ہیچ ندادند دعا کردگار
ترغیبے بود از پئے بار دگر

صورت مپذیر کا خرافیست مجور
در معنی رو کہ نگسلد رشتہ حضور
دل دادۂ صورتے ز صورت شدہ دور
ہر جا کہ فغان خواستہ و گریہ و شور

اوّل شدہ مرد گرم ہر کام و سرور
و آخر دل سرد از ہمہ کردہ حصور
سبحان اللہ کہ حکمتش عنّین را
گہ ساختہ زنجبیل و گاہے کافور

بس عاشق عاشق خود است آن مغرور
حسن آئینہ را نمیکند از خود دور
ہر کس دارد بقدر خود دیدے از و
زیبا نہ پسند کہ کسے باشد کور

اے در دل ہر ذرۂ از مہر تو شور
چشم خرد از تاب جمالت شدہ کور
عشقت ز ازل تا بہ ابد ہمرہ جان
باقی ہمہ آشنا و لے تا لب گور

اے در طلبِ تو عالمے پر شر و شور
نزدیکِ تو مفلس و توانگر همه عور
اے با همه در حدیث و گوش همه کر
وے با همه در حضور و چشم همه کور

گر محض شک ایم و دیدهٔ بینش کور
گر عین یقین و همچو فے گم در نور
گنجے که نمی گنجد در هفت اقلیم
در یک کفِ خاکش این خفا بین و ظهور

از ظلمت محو بر کنار است آں نور
تا محو نه درو از کوری و دور
اینها که تو علم و فضل خود میدانی
باشد که نیست غیر اسباب غرور

شخصے دیدم ستاده در عرصهٔ نور
بس چابک و چست و نغز و موزون و غیور
بگرفته کمان فسق و طاعت در دست
هر لحظه فگنده هر طرف تیر امور

گه سیر هوا گزین و بگذار زحیر
گه پا لنگر نشین و آرامی گیر
هم خفّت و هم ثقل طلب در تدبیر
ما راست روا ست بی پر و پیکان تیر

هر چیز که غیر دوست رنج است و زحیر
یعنی که بجود یک نفس آرام مگیر
مردان همه زین دوست گشتند همه
در بیم و امید خویش نامرد اسیر

ای با تو تمام امر و نهی تقدیر
از نیک و بد تو بس جهان را تعبیر
ای آنکه ترا کون و مکان آئینه است
با خود واگرد بر جهان خورده مگیر

برخاسته ایم از همه عالی اسیر
وارسته ز آمد و شد هر شری و خیر
آزادان با خورد و غا نپذیرند
بر شاخ که راست است نه نشینند طیر

[illegible]

مہرِ تو زر و زنگارہ اے مردِ فقیر،
گر شد بطفیل این و آن خوردہ مگیر
مہرِ فلک است ابلہان را در کار
گاؤ از پئے بچہ داد صاحب را شیر

اے گشتہ بزرگ در جہان خوردہ مگیر
انصاف بدہ لطف نما عذر پذیر
با اہلِ جہان برحمت و شفقت باد
ہمچون نظرِ پدر بفرزند صغیر

از شاہدِ منظرِ علا پرتو گیر
ترکِ آرام و سکنتِ این کو گیر
رو خفّتِ فقر ورز نہ ثقلِ غنا
اسپ جو خوادہ بہ کہ اسپ خوگیر

با ہر کہ بود قوی و باقی خوگیر
فانی و ضعیف چیست ترک او گیر
یعنی بگشا چشم و خدا بنگر و خلق،
وانگہ ہر سو کہ محکم است آنسو گیر

این فقر و غنا که هست ما مور امیر
فرع تو و اصل تست اے پاک ضمیر
تن از جانست زنده جاں از جاں
یعنی کہ باصل خویش واگرد ممیر

ردیف (ز)

مطلوب حقیقی تو بالست مناز
ہر سو بہوائے مطلب چند مجاز
گر بر سیر افلاک شوی مسند ساز
ترسم کہ ہمیں مقام را جوی باز

ہر چند جہاں شو و حکایت پرداز
جز راز تو نیست گر شوی محرم راز
گر اہل حقیقتی مکن نفی مجاز
میداں گو خویشتن چنیں تنگ مناز

با انچه نیاز داری ای صاحب راز
آن هم هوس نست با آن کم پرواز
عاشق باید که محو معشوق شود
گویند تمام عاشقی ترک نیاز

هردم آید نسیمی از عالم راز
در جوش آید دل حکایت پرداز
گفتی خود را از گفتگو خامش دار
کس دریا را ز موج چون دارد باز

با هر که رسید هم و شد همرا ز
از قصهٔ ما بود حکایت پرداز
گه خاتم و گه آدم و گه آن و گه این
افسانهٔ ماست اینچنین دور و دراز

دنیای دنی که ناز دارد نه نیاز
استغدا دست این همه شوکت و ناز
کامش همه جیفه و نامش سلطان
چون کرکس دون مطلب عالی پرواز

در عشق ندیده کس دل و دین هرگز
این رتبه ندیده مردِ خود بین هرگز
در کوئے طلب مخواه آراستگی
کس دیده گدائے کاسه زرّین هرگز

وز دشمنم - اے عشق - نکو خواه بسوز
چون شمع راگاه بکش - گاه بسوز
ور خانهٔ هستی - دلم - از خویش گرفت
اے اشک ببر مرا - وائے آه بسوز

اے عاشق پاک در رهِ دوست بسوز
یعنی هرچند پردهٔ اوست بسوز
رو و بده طلب نام و نشان را بگذار
چون مغز بدست آمد گو پوست بسوز

ردیف (س)

من باغ جهاں را قفسے دیدم و بس
مرغش زہوا و ہوسے دیدم و بس
از صبح وجود تا شبانگاه عدم
چوں چشم کشودم نفسے دیدم و بس

نامرد ندارد۔ خبر از خویش۔ چو خس
بیفائدہ ست۔ لاف او۔ از ہر کس
گر خر گوید۔ معتقدم ۔ عیسےٰ را
باور نکنم۔ ہماں خرش خوانم۔ و بس

من جامِ وصالِ خویشتن دارم و بس
دیگر ہمہ را خیال و ظن دارم و بس
ہر کس کہ زدستِ عشق جامے نوشید
ایں بود نزانہ اش کہ من دارم و بس

از مشرق انساں زدہ چوں صبحِ نفس
قرآں کہ مظاہر ندا و ر اگل و خس
حق وصفِ خود از زبانِ ما می گوید
ایں بحر ز فوارہٗ ما جوشد و بس

نا محسوس است معنئ ہر محسوس
چوں مہر نفس زناں در اشراق نفوس
بسیار کساں کہ کارِ خضر آید ازو
او خود بہماں زیدی و عمری محبوس

زاہد بخرابات - بیا راست - مترس
گویند دریں راہ خطر ہاست مترس
آنکس کہ زندیں او بنیای برہ ما
پنہاں ز تو در خرابۂ ماست مترس

صد گونہ ہوا در سر ایں مست ہوس
اسمیم چند است امیدے و بیمے و بس
بر ہیچ اعتقاد اختلاف از عالم
بالذات اگر شناختے او را کس

ردیف ش

در آئینهٔ همه نگارِ خود باش
یارِ خود باش و غمگسارِ خود باش
یعنی که اگر کارِ خدا میخواهی
در کارِ کسان نیز چو کارِ خود باش

ای نفس نه انفسی نه آفاقی باش
محوِ نظر و منزه ساقی باش
اشیا همه هالکند الا وجه
یعنی که درو نگر و باقی باش

هان دولتِ بی زوال را لایق باش
یعنی همه معشوق نگر عاشق باش
باشد که ازو کرشمهٔ دریابی
در هر که رسی چو عاشقِ صادق باش

محوِ طلبِ تقربِ یزدان باش
در کوی هوس نه این شو و نه آن باش
از بهرِ همه امرِ بندگی کرده و بس
کی گفته امیر و شحنه و سلطان باش

حرص و طمع بے بصران او باش
هر لحظه فزونتر است در کسب معاش
هر فاسق عیش غنیمت داند
همچون دم صبح جدّ و جهد خفاش

گفتم ز رہِ کرم بمن همره باش
با خورشیدیم گفت رو تو مه باش
گفتم گاہے کرشمهٔ هیچ اهم
گفتا که همه کرشمه است آگه باش

آئینه صفت عاشق صادق می باش
هر جا باش۔ درخور و لائق می باش
در صحبت اهل راز۔ گر بنشینی
یا هیچ مگوئے یا موافق می باش

هر سوئے که فتنه ایست دافع میباش
هر جا که فتاده ایست رافع میباش
گر عمر دراز خواهی و اجرِ عظیم
در خلق مضر مباش نافع میباش

آدم چون بزاد بہرِ جانِ پاکش
برداشت بصد مہر ز خاک افلاکش
بیچارہ وہی کہ مرد و از کار افتاد
در بر نگرفت ہیچکس جز خاکش

انسان ہر چند جامع است ایجادش
بے عشق ز ہیچ چیز ناید یادش
این خانۂ تار پُر ز نقش است و نگار
تا پرتوِ مہر برکجا افتادش

ہر کس کہ تو دست نشکستندش
و ز دل خبرے بجبت نشکستندش
انسان چو کمال یافت بے ہستی شد
تا نامہ نشد درست نشکستندش

این آدم اگر حقیر اگر ذامالش
ہستند ہمہ غم حقیقت احوالش
گاہے غمِ زندگی و گاہے غم مرگ
گاہے غم آنکو کہ چہ باشد حالش

مدبیرِ محقق آنچه انشا کندش
از بهرِ تمیز کور و بینا کندش
هرگه که مقلدِ دمِ تحقیق زند
چون دزد بماهتاب رسوا کندش

تا مرد دمے که عمر آید بسرش
بار رست سبکباری نے زیب و فرش
کشتی چو شکست خواجه را در دریا
مشکے پُر باد به که انبان زرش

دنیا بگذار و بگذر از شور و شرش
آلوده مشو چو مردمِ بے بصرش
کشتی چو شکست خواجه را در دریا
مشکے پُر باد به که انبان زرش

واگرو بحق و محو شو در بصرش
وانگاه بیارام بهر نفع و ضررش
در صحبتِ خلقِ مختلف سودے نیست
غیر از سخنِ چند تردد اثرش

چوں قطرہ بہ بحر یافت تسکین بہرش
گشتند وظیفہ خوار چندیں نہرش
یعنی ہر کس بکوئے توحید رسید
نثار موجب افتخار سبعین ظہرش

اگر حق گوید کس نکند خاموشش،
بحر آں نبود کہ خس شود روپوشش
دعوئ دروغ را نشانی این است
کز طعن فسردگان نشیند جوشش

انساں کہ کدورتے کند غمناکش
باید خورش و پوشش وجائے پاکش
آندم کہ بمیرد و بجائش سپرند
اے وائے اگر نماند ایں ادراکش

عاقل کہ سلامت است و خوش جاں و تنش
از ہیچ سخن رنجہ شدن نیست فنش
گر دانا گفت آں سخن پندے بود
ور نادان گفت خود چہ باشد سخنش،

۳

ازبسکه هر آدمیست عاشق کرمش
بر لوحِ جهان نمی‌کشد جز رقمش،
نقاش که عاشق نگارے باشد،
جز صورتِ او نمی‌رود از قلمش

مسکین انسان و این همه ما و منش
خود هیچ نه در میانهٔ کار و فنش
یک چند به هر طرف دوید و آنگاه
اللہ گرفت جانش و دهر تنش

اے دنیئے دول نه دین و نه دادِ تو خوش
یک ساکن نیست در غم آبادِ تو خوش
بگرفت دلم زغربت آباد وجود
اے مسکنِ مالوف عدم یادِ تو خوش،

هر چند که نیست خلق مستعجل خوش
اهلِ توحید چون نباشد دلخوش
دوران مترددند - نزدیکان خوش
در راه بدست خواب و در منزل خوش

تاثیر کند کلام مانند سروش
آں لحظہ کہ نیست مرد افسانہ فروش
زانگونہ کہ مے کمال حدّت دارد
آندم کہ فرو نشست یعنی از جوش

عارف خواند دو گون افسانۂ خویش
در پردۂ راز جان و جانانۂ خویش
چوں مردم چشم کو ہمہ عالم دید
باآنکہ بروں نیامد از خانۂ خویش

ہر نیک و بدیست گوہر کانئ خویش
ہر رنگ گرفتہ خواندہ بہدائی خویش
اے مسلم اگر بہ کافرستاں زادی
صد طعنہ زدی بدیں مسلمانئ خویش

ردیف (ط)

جهدے کن و امر را بنه سر بر خط
کز مبدء فیاض بود شکوه غلط
هر چیز که مستعد آنے داری
در نهر بقدر حفر آب است از شط

کس پاک نشد ز یاوه گوئی و سقط
ناگشته بسے خسته نگردانده نمط
رنجند تنک دلاں چو پندے شنوند
مانند خراشش ورق از حک غلط

تنظیم امور خویش وراست و غلط
امرے اورا اگر نہی سر بر خط
هر سقه که آب میفروشد ازاں
او را خبرے هست ز نزدیکی شط

ردیف (ع)

جز نکتهٔ چند من بگوشش سامع
برقی بخم شد ز ابرِ عالم لامع
در وحدت نیست حاجتم با کثرت
هم از خطیب فارغ است از جامع

نیک و بد را باین همه زهد و ورع
ناموس فقیریست دگر خلق و دع
پیشِ عارف بجز اثر چیزے نیست
ز اظهارِ غنائے او ز اخفائے طمع

در چشم کسے که آز را کرده وداع
زیباست همه جهان و نیکو اوضاع
دنیا طلبیست فرمِ دنیا گردون
آئینِ خریدار بود کسرِ متاع

ردیف غ

اے حالِ تعینات را جستہ سراغ
جز فرداوے ندارد این طرفہ بلاغ
کیفیتِ حالِ عالم از سالک پرس
داناد برِ ہر درخت سیار بباغ

این نفس کہ یکدمش ز خود نیست فراغ
متوجبِ نار گویدش اہلِ بلاغ
بارِ ہستی آخر آورد۔ ندم
خر رانگی نہ آنقدر بود کہ داغ

گر راستی بود درین ہشت دروغ
زیشان فارغ شدہ بماداد فروغ
یعنی کہ میانِ ما و خلقِ حالی،
قطع ابدی فتاد چون عقدہ و دوغ

ردیف ف

جز ذاتِ احد سوا کسش ما لا یعرف
خالیست ز هست و ز تلفِ دوست خلف
از عشق درادراکِ تو جز وہمے نیست
دریا بر لب نیاورد غیر از کف

عالم که همیشه در سرور است و اسف
از لجۂ حکمتیست برخاسته کف
هر نیک و بدی بجائے خود می باید
از انساں عفو ببیند و از سگ حف

اے بستہ صورتے چو هر دون و تلف
اے خود شده دام خود روش داده ز کف
بال معنے زن از فلک بیروں شد
تا چند بزیر کاسه باشی چو کشف

در ترک طلبگاری دنیائے کثیف
گر جهد کنی رسی بآں شاهِ لطیف
از علتِ رنج هر کسے می نالد
کم گفت کسے که حیف اوقات شریف

ایام ربیع اند جوانان ظریف
زیشان همه کار و فن لطیف است و شریف
عیش پیران که زور افسردگی اند
بیفائده است همچو باران خریف

ردیف ق

حق‌شناسی مگر بصد فتنهٔ دق
معنی بشناخت محو حق مطلق
حق گفته که من کشتهٔ خود را دیتم
ای تو زنده گرت دیت باشد حق

هر کس بفسانه شده مستغرق
جز آنکه شنید راز او بسته نطق
قومی ز سخن همین سخن خواسته اند
قومی دیگر حقیقتش یعنی حق

ز عیش پیران که دور از فسردگی است

هر بی قدری چگونه باشد عاشق
مردی باید بر همه عالم سابق
غیر از نبی و ولی نخواهد عشق
جز نقره و زر نیست محک را لائق

آن فرقه که بیخودند وی خوردهٔ عشق
دارند دلی همیشه خون کردهٔ عشق
احوال شهید کربلا گر دانی
رازیست برون فتاده از پردهٔ عشق

بی سوختن و تفرد از کل فریق
هرگز نبری راه بکوی تحقیق
در عشق بسوز خویش و در ساز که نیست
راهِ تاریک را به از شمع رفیق

ردیف ک

تا سلسله جنبانِ ظهور است آن پاک
درکش مکش اند خلق این تیره مغاک
ما دام که آفتاب در جلوه گریست
پرتو چه کند اگر نیفتند بر خاک

بگذشت دوئی بعد واحد شد پیک
چه یا رب گو تو بعد ازین چه لبیک
توحید رسید از دو جهان بیرون آی
این فرش انا اللّٰه است فاخلع نعلیک

در عالمِ عشق نیست آثارِ فلک
آنجا همه چیز را بجز وجه هلک
بگذار شبها دلِ پاک آر آنجا
از سنگ چه سود قلب را پیشِ محک

ردیف (گ)

ن ـ تابند

[illegible]

ن ـ آنجا

نور یست نہاں در ہمہ جا در ہمہ رنگ
امّا پنہاں ز چشم ہر ناقص و دنگ
دعوی بکمال میکنی ایں رہ ر ۱۰
صلح است علامت و نزا با ہمہ جنگ

موجود یگانہ ایست پاک از ہمہ رنگ
چہ ایماں و چہ کفر چہ فخر و چہ ننگ
خورشید ہماں یکے و بے تغیر است
خواہی در روم بیں و خواہی در زنگ

ردیف (ل)

بالست خدا در ہمہ وقت و ہمہ حال
رفتن گفتن نشستن و خواب و خیال
ہجران تو نیست غیر ایں طور آں طور
یعنی ہر رنگ کہ ہستی آنست وصال

خود را منما تو و ہر از حد قال
ہر چند کند مقلّدِ دونے حال
چوں کبر کہ اکثر از حسد میخیزد
این بس تحسین کہ ہست آثارِ ملال

جز یکساں نیست بر کشادہ دل
از ہر مظہر برنگ دیگر حاصل
زانگونہ کہ در فتنۂ قومِ موسےٰ
ہاروں ہادی و سامری بود مضل

جامے خوردم ز دستِ ساقیِ ازل
در نشۂ آں نہ آخر و نے اول
حالے دارم کنوں کہ محو ست درو
اندیشۂ ماضی و غمِ مستقبل

در حبّ اللہ رستم از ہر آفل
جاں عالی شدہ بجسمِ سافل
من میگیریم کہ مرگِ من آساں کن
و میخندد کہ مرگ کو اے غافل

حال قال کی مجلسوں میں جو بلا وجہ کودنے ناچنے لگتے ہیں ان میں خود نمائی نہ کرو اور زیادہ تذکرہ مت کرو

مقلد = نقال = دونے = کمینہ
حال = رقص

مضل = گمراہی کرنے والا

آفل = فرو رونده - نیچے جانیوالا - اترنیوالا

دوره عجب است و روزگارے مشکل
از خلق وفا گشته بکلّی زائل
خالی ز غبار یکدگر یکساعت
چون شیشهٔ ساعت نتوان یافت دو دل

حق را جز حق ندید کس راهِ وصول
غیر او را ازو حصول است فضول
عشق آنکس را که محو کرد از خود خواند
در رقص بقدر ذوق و حال است اصول

دل مسکن عشق است نه ماوائے عقول
چون خانهٔ عقل ساختی گشت ملول
تحقیق بدان که زود ویران گردد
هر خانه که غیر صاحبش کرد نزول

زانگونه که عقل است بآلا مائل
عشق است بذاتِ حق تعالی مائل
پابستهٔ نسبتیم ما و دل نیست
چون شعلهٔ شمع جز به بالا مائل

ردیف (م)

در کعبۂ توحید نہ جائے دو و دام
ہر کس کہ رسید شد درو محو تمام
مردان نکنند غیر او را تجویز
جز غول نگیرد بہ بیابان آرام

گر راہ روی مخواہ آوازۂ نام
ز خود بگریز با خدا گیر آرام
از خویش نگفت مردِ عاقل بہ فلک
مرد صفت است مرغِ زیرک سو دام

من شیفتۂ لعلِ شکر ریز تو ام
دیوانہ چشم سحر انگیز تو ام
با غیر سخن نہ اشتیاق است مرا
مشتاق نگاہ غیرت آمیز تو ام

من ربطِ کتابِ عشق بگسیختہ ام
اوراقِ فسانہ راز ہم ریختہ ام
ہر چند کہ وصفِ خود کنم می شاید
من می دانم کہ با کہ آمیختہ ام

ما نتوانم بکشش و فش بنشینیم
خوش آنکہ دمے پاک بنشینیم
دیو من خوش - فرشتہ من ناخوش
گر آدمیم چگونہ خوش بنشینیم

فریاد کہ باز بوئے می می شنوم
واوازہ ہائے ہوئے وہی میشنوم
در گوشِ دلم - رمز پیامے - بہ چہ
او میگوید - گرچہ - نہ می میشنوم

ابروئے تو گرچہ در گرہ میکشدم
از خندہ لبت نیز فرہ میکشدم
آزار جفا نکش پے کشتن من
لطفے بنما کہ لطف بہ میکشدم

کشش و فش = جھوٹی و فساد کی طرف
کشش = نفس امارہ - پاک = ...

دیو = شیطان - نفس امارہ
فرشتہ = عقل - کبر

از هستی خود چو دم زنم می سوزم
تا من کس این جان و تنم می سوزم
بر آتش عشق و بیخودی بنشسته
هر گه دانم که من منم می سوزم

نفسم همه نار بود نورش کردم
یعنی که ز عجب و کبر دورش کردم
هیچم سر خود بینی و خود رائی نیست
شیطان من آن بود که کورش کردم

خود را برسان به عارف پیش قدم
کانجاست حدوث را تو صل به قدم
غیر از انسان که کعبه آباد یست
عالم همه نیست جز بیابان عدم

انسان که پی طلب گشته مدام
جز در طلب نمی رفته یک گام
گر دریابد که آن سوی مرگ به است
یک لحظه درین جهان نگیرد آرام

در عالم تقدیر که از وی زادم
بر داشت ستادم و فگند افتادم
گاهی چو براهیم بسوزم در نار
گاهی به بهشت عاصیم چون آدم

شاد است غم رشک خلق آفل بودم
با عقل آندم که در فواضل بودم
هر گه که ز دشمنی جفائی دیدم
چون وا دیدم ز دوست غافل بودم

من در عدد اهل برهمن بودم
چون پنجره پیش شمع ذوالمن بودم
عمری نی و ولی شمردم آخر
چون وانگریستم همه من بودم

دوشینه ز سوز گریه در تاب شدم
چندانکه ز پای تا بسر آب شدم
دل از ستم تو سرگذشتی سر کرد
آسوده چنان شدم که در خواب شدم

آفل = فانی - اونده
فواضل = جمع فاضله کی

پنجره = جس میں چراغ رکھتے ہیں۔

هرچند که این مجاز نگردیدم
موجودِ حقیقی درو گم دیدم
در گفت و شنفت جنّ و انس و بد و نیک
غیر از عصیان و توبه نشنیدم

گفت و شنفت گفت و شنید

هر خونِ جگر که هست گُل پندارم
اندیشهٔ جزو عین کُل پندارم
سبحان الله چه حکمتست عشق که من
صد داغ بدل دارم و گل پندارم

[illegible]

صد شکر که نے زر و نه زورے دارم
نے قوّتِ آزردنِ مورے دارم
عاقل همه دم بفکرِ دنیا غمگیں
من عقل ندارم و حضورے دارم

شد غیرِ عدم نام وجودِ که برم
بحرِ کرم منّتِ جودِ که برم
مقصود میسّر آرزوئے که برم
معشوق هم آغوش سجودِ که برم

بی عجز گدایانه نخوت شه دارم
هر چند که گه ندارم و گه دارم
من مائل عالم نیم و آئینش
اما چه کنم گذر برین ره دارم

تا نا اهلم دعا ندارد اثرم
ور اهلم مدعا خود آید به برم
از درویشے دعامی طلبید
گفتا که دعا خود کن یعنی که کرم

دیروز ببازار شدم بشکستم
آئینه او بخته دیدم گفتم
آخر چه گناه داری اے آئینه
گفتا که جمال دیدم نه نهفتم

تا شد خبرے ز پردهٔ این رازم
آورد ز دین و دانش دل بازم
گیرم که مرا ملک دو عالم بخشند
کو آن سر و سامان که بآن پردازم

نهفتم = پنهانیدم

رازی که دران سِرّ علن آموزم
هم خوانم و هم بخویشتن آموزم
عمری سخنی ز هاتفی می‌جستم
صد هاتف را کنون سخن آموزم

علن = آشکارا

گر زاهد و شیخ و عابد و شب خیزم
ور عاشق و رند و مست و شور انگیزم
حرفِ چند است نقدِ وقتم بنگر
در پای خیالِ حضرتش میریزم

تا پاک نظارهٔ حذر کن از چشم
هر چیز که جز چشم یار کن از چشم
بگذار هوس اگر بصر میخواهی
مارنده مگس قطع نظر کن از چشم

از زنده مگس قطع نظر از چشم

کاری به تو بسیار ندارد عالم
و ز فوت تو آزار ندارد عالم
پیش تو اگرچه مرگ تو دشوار است
آسان تر ازین کار ندارد عالم

آنم که دل از کون و مکان برکندم
وز خوان جهان بلقمهٔ خورسندم
سنگی ز سر کوی قناعت کندم
آوردم و در رخنهٔ آز افگندم

در یک نکته کتابها می بینم
در یک نقطه حسابها می بینم
آن بیم و امید ز کفر و دین من اوست
سبحان الله چه خوابها می بینم

شخصی نگران بچشمها می بینم
یک قطره روان بچشمها می بینم
از باطن او لطیفه می شنوم
وز ظاهر او کرشمهائی بینم

در راه خدا نه جان نه تن می بینم
هر چیز نه او خیال و ظن می بینم
وراند تمام خلق عالم از راه
گر راه چنین است که من می بینم

این کوشش جان خستهٔ ما معلوم
وین ربط دل شکستهٔ ما معلوم
سر رشتهٔ ما بدست محکم ورنه
این عهد شکسته بسته معلوم

عارف همه دید گشته و کرده هجوم
از بهر نمود خویش هستی معدوم
این خلق شرار هوائی تقدیر اند
آراستگی و اوج ایشان معلوم

عقل است وجود بخش هستی معدوم
هر چیز بقدر اوست چه زنگ و چه روم
دانا و کم و بیش گشت در خلق که خواست
بعضی خادم شوند و بعضی مخدوم

در حلقهٔ خلق هست بنیاد ستوم
هرگه خواهم که از غم آزاد شوم
دیوانه بیاد بیگه طفلان بنشست
گفتند چرا - گفت - وے شاد شوم

ہوائی = آتشبازی - چھچھوندر جو لڑکے چھوڑتے ہیں

تفرید طلب یکره از این خلق ظلوم
تا از تو شود دیو دنی مرجوم
ز آمیزش خلق بیخبر رشک مبر
از هم چه دهد مشت مفلس معلوم

در عشق یکیست هر گدا و شاهم
زان پاک بینی برو به یکتا راهم
این مختلفان منافی یکدگر اند
همچون دو سه آهنگ مخالف باهم

از هر دو جهان زیاده می خواهم
از پرده برون فتاده می خواهم
صوفی تو بکار خویش رو کال رو را
پا بر سر خود نهاده می خواهم

خو کرده لذت دل غم فرسایم
کوتاه شد از صحبت هر کس پایم
چون تنهایم همنفسم یاد کیست
تا همنفس کسی شوم تنهایم

تفرید = یکتا بودن
مرجوم = سنگسار شده

ما اصل بت و بت شکنان یافته ایم
اسرار دل از طعنهٔ زنان یافته ایم
آن راز نهان که دوست می فرماید
در پردهٔ طعن دشمنان یافته ایم

ما جام حقیقی از مجازی زده ایم
بر دعوئے عقل طعن بازی زده ایم
رسوا شده ایم ز ابتلائے نازے
هر گاه لاف بے نیازی زده ایم

عمریست که تیر درد آماجیم
بر تارک افلاس و فلاکت تاجیم
یک شمه ز احتیاج اگر شرح دهیم
چندان که خدا غنیست ما محتاجیم

هر سوئے شدیم اضطرابے دیدیم
در بے سوئی رفع حجابے دیدیم
عمرے ز پے سایه دویدیم آخر
چون وا نشستیم آفتابے دیدیم

تا در صور سخن خروش آوردیم
اصوات غرور را بجوش آوردیم
چون صبح زدیم از حقیقت دم چند
مستان مجاز را بهوش آوردیم

هر قسم که طور بود ما می بودیم
هر جا بودیم با خدا می بودیم
ای آنکه درین نکته شکی هست ترا
بس ما و تو زین پیش کجا می بودیم

نه علم نه عمل نه عزّ و جاهی داریم
جان مجنون جمال پادشاهی داریم
ما از سخن دنیا و دین خاموشیم
بر یاد کسی ناله و آهی داریم

از دوری اگرچه سرگذشتی دارم
در گلشن کوی یار گشتی دارم
ما به تو خورشید وجودیم از و
گر دور افتم بازگشتی دارم

صور = اشارہ حضرت اسرافیل کے صور سے جو قیامت کے دن وہ پھونکیں گے۔

طور = وضع ۔ ڈھنگ

ما گرچه دل راه‌شناسی داریم
با خلق گه حدیث پاسی داریم
ما خود بصراط مستقیم ولی
از لغزش همرهان هراسی داریم

بر اوج نظر تا که امانی داریم
خورشید سپهر لن ترانی داریم
زان جبرانیم در رخ ماه‌وشان
کانجا ز جمال او نشانی داریم

تن در غم آن نرگس غماز دهیم
جان و دل و دین را بتو دمساز دهیم
بوسی زدهای که نداری بفرست
جانی که ندارم بعوض باز دهیم

تا ساده ز نقش این تن و جان نشدیم
ما آینهٔ جمال پنهان نشدیم
از زشتی خویشتن نگشتیم خلاص
تا در رخ زیبای تو حیران نشدیم

اوج = بلندی = معرب از اوگ خودستائی
لن ترانی = هرگز نخواهی دید مرا
ارنی = بنما مرا

سرتا بقدم حکایت و خاموشیم
بنهاده سوال و سائلے راگوشیم
داریم جهان جهان سخن در شب دل
صاحب نفسے چو صبح گو تا جوشیم

در دائره وجود انسان سلیم
هم خطّ امید گشته هم نقطهٔ بیم
تا در سیر است کار دانیست عظیم
آنجا که فرود آید ملکیست قدیم

چون فتنهٔ کُلّ مَن علیها ست جسیم
جز وجه کریم جمله پندار لئیم
امید و هراس خلق از خلد و جحیم
ابله پئے کارها دوانید حکیم

تا زرے که نه یار ما نباید چکنیم
کارے که شعار ما نباید چکنیم
زاهد مفروش تقوی و زهد بما
چیزے که بکار ما نباید چکنیم

ردیف ن

این چند سخن حاصل عمر گذران
از من اثریست در ره دیده وران
یعنی ز کلام من مرا فائده نیست
کاریست که کرده ام برائے دگران

از جزو بکل خود را زودی برسان
بار هر دو جامع الوجودی برسان
اے چشم که آرزوئے دریا داری
جهدے بکن و خویش را بزودی برسان

روزے که عیان شود خداوند جهان
لطفش به کسان باشد و قهرش بهمان
خورشید جهان فروز چون در تابد
ذره شود آشکار و سیاره نهان

بینند دو کون رسته از آب سخن
جمع آمده خوب و زشت در باب سخن
هر چند نگاه میکنم عالم را
معنی سخن است و صورت اسباب سخن

اے یاد توام سلسله جنبان جنون
دور از تو و بزم تو مگو چونم چون
چون شمع ستاده تا بزانو در اشک
چون شیشه خون نشسته تا به گردن در خون

تا پے بره خلاص نتوان بردن
هرگز نام خواص نتوان بردن
معشوقے را حسن وفا می باید
دل جز باداے خاص نتوان بردن

دانی چه بود سوے خداوند شدن
بیرون ز جهان بودن و پیوند شدن
از کعبه روی چه بود سوے خواجه
مشتاق زن و خانه و فرزند شدن

شوخے کہ دلش سخت بود چون سندان
خورشید فلک برش ز حاجتمندان
بازلف مرا بہ لبت بازی بازی
وزلعل مرا بگشت خندان خندان

اے روئے تخلق و مست جام ایشان
اے حوصلۂ تو پر ز جام ایشان
زانست دانند جملہ واجب نفقہ
کابستنی از خیال خام ایشان

در ہر کہ رسی دعاش باید کردن
ہر کار بہ مدعاش باید کردن
چندان کارے ضروری نیست ترا
با چند کسست معاش بد باید کردن

باید ہمہ ترک تو دعائی کردن
بر اوج یگانگی سمائی کردن
آنجا کہ ہمہ بہ از تو وہیچ تو اند
کوتہ نظریست خودنمائی کردن

شرح غم خود بخود پسندان کردن
خصم خود را است شاد و خندان کردن
در رسم و رہ کدام عقلست و تمیز
یک محنت را ہزار چندان کردن

تا چند توان قصہ بکرر کردن
نظارۂ دورِ چرخ ابتر کردن
خوش آنکہ توانیم کس دیگر شد،
یا عالم را برنگِ دیگر کردن

از خویش بطلب مرا بہر چشم زدن
تا برخیزد دوئی یقین گردد ظن،
مادام کہ من دگر تو دیگر باشی
دوری شرط است درمیانِ تو و من

دل بستۂ روزگار پر زرق شدن
باشیفتہ لقائے چون برق شدن
چون مردم نوشنا ور اندر گرداب
دستے زدنست و عاقبت غرق شدن

جز شان مطلب ز عالم علم لدن
بر اول و آخر جهان تکیه مکن،
شطرنجی را وقوف باید ورنه
رخت شطرنج خواه نو خواه کهن،

تا غیر تو در ضمیر تو خواهد بودن،
گر کعبه بود دیر تو خواهد بودن
او را از تو تا از او نیست رضا
مطلوب تو تا غیر تو خواهد بودن

تا چند اسیر چرخ سرکش بودن
بی حاصل و ناخوش و مشوش بودن
جز مردن نیست غایت سیر جهان
نتوان با امید مردنی خوش بودن

باید همه خلق چو خویشان بودن
یا بی همه همچو فرد کیشان بودن
بی انصافی و کوری و مرده دلی ست
رد کردن خلق و همچو ایشان بودن

اے عاشق را ترک آب و گِل کن،
یعنے کہ گدائی جہانِ دل کن
از کوچہ تنگ تو-شہے- در گذر ست
برخیز و سیر شاہ رہی منزل کن

یکچند چراغ آرزو ہا پُف کن
قطع نظر از جمال ہر یوسف کن
زین شہد یک انگشت رسانم بلبت
از لذت اگر محو نگردی تُف کن

باید ز گیاہ رہ بہ جو پیمودن
و ز جوئے بہ بحر رفتن و آسودن
یعنی از قالب بجانب قلب شدن
در قلب آنگہ محو مقلّب بودن

حق است فگندہ در جہانِ پر فن
غوغائے مذاہب اختلافِ تو و من
جز پرتوِ آفتاب در خانہ کدام
تلوین افروز شیشہائے روزن

بر رہ چہ فقیر و چہ معظم رفتن
منزل نگر از نرفتن و هم رفتن
گر زانکہ پیادہ کس رود تا جنت
بہتر کہ سوارہ تا جہنم رفتن

هزل است و فسانۂ تر اقدار شکن
جز آنکہ ضرورت است آنرا گفتن
در خلق نفاق و شین و غوغا و فتن
زاں است کز اندازہ برون رفتہ سخن

از کردۂ خویشتن فراموش مکن
شبیر بنی قول خلق را گوش مکن
نیکی ہر کس ندیدہ لطفی از تو
گر دعوی دوستی کند گوش مکن

ایں کون و مکاں را کہ برانگیختہ کن
بے واسطۂ چند نہ سر هست و نہ بن
ز اسباب بروں مخواہ کارے از حق
از حکمت خود حکیم را منع مکن

گفتار نبی - و ید - ولی - پیدا کن
جان صافی - چشم جلی پیدا کن
آن گفت چنان چہ سود این گفت چنین
سر رشتۂ نطق ازلی پیدا کن

در کام دل خستہ تعلل می کن
گو - ہر نفسم شاخ عمر گل می کن
می بین کہ کبابم و چو مستان ہیرو
میدان کہ خرابم و تغافل می کن

تعلل = اعراض کرنا، درنگ کرنا

از حد بگذشت حسرت غالب من
تا دوست مگر یکے شود راغب من
اے نالہ رعد و آہ برق - اشک سحاب
سوئے درِ او - روید از جانب من

بیجد و بدم جہان چنان بود کہ من
روز و شب و شین و شان چنان بود کہ من
از مومن و کافر و یہود و ترسا
در ہر کہ رسیدم آنچنان بود کہ من

ناگفته سخن نیست اثر از تو و من ،
زیرا سخن است رشتۂ نورِ ذوالمنن
گفتند به پیری زکیٔ واقفِ خویش
گفتا ز ندم که کردم آغازِ سخن ،

هاں مغنیٔ خود طلب همان ناقص و دوں
تا بر تو شود هر دمے و فردا اکنوں ،
چه خوف و رجا چه قبض و بسط و چه و چوں ،
حق می تابد به رنگها از تو بروں

دل مغزِ حقیقت است تن پوست ببیں ،
در کسوتِ روح صورتِ دوست ببیں
هر چیز که ان نشانِ هستی دارد
یا پرتوِ نور است یا اوست ببیں ،

هر کس یک چند لاف زد از دل و دیں
پس مرد و برد - ره سوئے عرش یقیں
ایں مقبرها بگوش من می گویند ،
کائے خاکِ جهاں بر سرِ موجود چنیں ،

نہ علم نہ معرفت نہ دین و نہ یقین
نہ قدر نہ منزلت نہ عز و تمکین
چوں استحقاق رحمتم چندیں ہست
شاید کہ نمانم من محروم چنین

نے شاد نشین باش و نہ غمناک نشین
تا بتوانی ز عقل و غش پاک نشین
من میدانم ترا و مقدار ترا
تو خواہ بہ تخت خواہ بر خاک نشین

تا بست طلسم آسمان و زمین
بر گنج وجود کے توانی شد امین
گفتی کہ ز ہر دو کون نومید شدم
خاموش کہ امید ہمین است ہمین

گاویست بر آسمان و نامش پروین
گاویست دگر نہفتہ در زیر زمین
چشم خردی باز کن از روئے یقین
زیر و زبر دو گاو چندیں خر بین

نسخۂ دیگر

[illegible]

ردیف (و)

اے دعوے عشق کردہ آئین تو کو
قطع نظر از عقل و دل۔ دینِ تو کو
اے دم زدہ از داغ صفا۔ لالہ صفت
پیراہن چاک چاک خونیں تو کو

اے دعوی عشق کردہ آئینت کو
قطع نظر از عشق دل و دینت کو
اے دم زدہ از داغ وفا۔ لالہ صفت
پیراہن چاک چاک خونینت کو

در عقل اے نفس با خدا باش و مگو
در لاف ہمیں نہ خوش ادا باش و مگو
با مرد۔ زنے۔ دختر سلطانم۔ گفت
گفتا کہ تو دختر گدا باش و مگو

خلقے خوشدل بوصل دیپوند ازو
خود پیدا نہ جز سخنے چند ازو
چوں حوصلۂ آئینہ آرے عکسے
ہر کس بخیالے شدہ خرسند ازو

آدم ہمہ سر سرنگوں آید ازو
کز حق نہ بمعرض شیون آید ازو
آرے فن خاک جز فرو خوردن نیست
از تاب خورست انچہ بروں آید ازو

عشق آمد و گشت ہفت و ہشتم ہمہ او
کارم ہمہ او و سرگذشتم ہمہ او
از غایت یاری و کمال احسان
آمیخت بمن چنانکہ گشتم ہمہ او

حسرت جمال دوست در دیدن او
واندر طمعت درج در بخیدن او
گلبن ہمہ تن خار شدہ می گوید
نظارۂ گل بہ ہست از چیدن او

شیون = مصیبت - زاری
معرض = ظاہر ہونے کی جگہ
[illegible]
[illegible]

حق است بداد و دین نه مائیم و نه تو
در دیدهٔ راز بین نه مائیم و نه تو
وسعت غرض نه آسمان و نه زمین،
عرض صنعت این نه مائیم و نه تو

ای در سر من هزار سودا از تو
نظرے بمن بنوده قطعاً از تو
من بس محتاجم و تو بسیار غنی،
یارب گله از خویش کنم یا از تو

آں ماه که یک نظر کرد در رو
صد شیوه و ناز و رنگ برگرد در رو
آهم بشنید و رخ برافروخت چو شمع،
سوز دل من مگر اثر کرد در رو

هر کس که دلِ خدا طلب هست در رو
از طاعت و شوق ذکر رب هست در رو
انساں نبود تہی ز تقوے و فجور
تا عالم هست روز و شب همت در رو

وقتے داریم نیک وحاجات درو
ہمچوں اعضاد انحلاجات درو
درخانۂ نارعمر دل دق ہیکرد
تایافتہ روزن مناجات درو

ردیف (ہ)

گاہے سپرم براوج چوں مہ بودہ
گہ چوں یوسف فتادہ درچہ بودہ
ہردم ہمہ ونہرزماں امیدیست
سبحان اللہ چہا دریں رہ بودہ

ایں قصہ نمی شود بگفتن کوتاہ
رو۔ دم درکش۔ مگر باو یابی راہ
رازے کہ دوکون شرح او میگویند
دریک نفس است لاالہ الا اللہ

اعضاد عضو است
انحلاج درحرکت

بشتاب و نگاه دار شرط این راہ
یعنے مرو۔ از راہ پے کام تباہ
تقصیر۔ بد ست۔ و بد تر۔ از رہرو عشق
لنگی عیب است۔ خاصہ از شاطر شاہ

زین مردم صد رنگ سیہ پوشی بہ
زین خلق فرومایہ فراموشی بہ
از صحبت ناتمام بے حاصل شان
تنہائی و گوشہ و خاموشی بہ

یارب توفیق راہ در گاہم دہ
در بیشہ وہم۔ آتش آہم دہ
با جذب تو۔ پیش تو۔ توان آمد و بس
اے راہ نمودہ قوت راہم دہ

ہر عقدہ کہ در جان فگار افتادہ
ز آمیزش جسم خاکسار افتادہ
ز آنرو قد آسمان چنین خم گشتہ
گو را بزمین پست کار افتادہ

بستان از دست ساقی ما باده
تا مست ازل شوی از مرگ آزاده
عیسی الست کو دلے زنده کند
کاین زنده تن به مردن است آماده

هرکس بآله رو چو مردم کرده
از خلق بخلق گم تظلم کرده
زانانکه بکلبهٔ خزان در نرود
جز آنکه خر است با خرے گم کرده

اخلاص گزین و بیخودی ورز براه
خود آرائی رها کن و عزت و جاه
مگریز از اولیا بُبُر از علما
لا خوف طلب۔ حذر کن از یخشی الله

اے زاهد و عاشق از تو در ناله و آه
نزدیک تو و دور تر از حال تباه
کس نیست که از تو جان تو اند بردن
این را به تغافل کشتی آن راه به نگاه

این فرقه که محو کردگارند همه
بر عرش بلوغ جای دارند همه
وین خلق که با هستئ خود مغرورند
چون طفل بر اسپ نی سوارند همه

ای در دو جهان مراد با غیر تو نه
دردیم سراسر و دوا غیر تو نه
مارا گاهی اگر بود وقت خوشی
زانست که با تو ایم با غیر تو نه

موجود نه آفریده دان نه زاده
هرچند که داد آفرینش داده
عالم عدمست با همه لاف وجود
صورت مرده است گرچه هست ایستاده

هر کس که این راز را بود داننده
بیرون زده کوشش فرس راننده
یعنی که ندیدم از کتب ما حصلی
جز مشغولی کاتب و خواننده

چون مہر بہ ذرہ نظر داشتۂ
ہر کہ برہِ لطف گذر داشتۂ
بازم عالم بدیدہ آراستہ است
گویا کہ ز چہرہ پردہ بر داشتۂ

مادام کہ گرد خویش در سیر نۂ
گر کعبہ اعظمے کہ جز دیر نۂ
آنہا کہ شناختند عینش گشتند
بشناس تو نیز خویش را غیر نۂ

تا راہ بعالم بقا بردہ نۂ
یک جرعۂ جام معرفت خوردہ نۂ
مگر اے ہمہ جسم جانے واری
مگذار کہ خاکت بخورد و مردہ نۂ

اے آنکہ دمی ز خویشتن فردنۂ
داری صد درد و صاحب دردنۂ
دایم پے لہو و لعب و خواب و خوری
تو دایہ طفل عادتی مرد نۂ

ردیف ی

آراستہ آمد و چہ آراستنی،
می خواست بعشوہ و چہ بیخواستنی
بنشست و شراب خورد و برخاست برقص
وہ وہ چہ نشستنی چہ برخاستنی

اے غرہ بجستجوئے جسم فانی،
در دل ہمہ آرزوئے شہوت رانی
تا چند بآب خویش را پاک کنی،
رو پاک شو۔ ازاب اگر بتوانی،

در تافتہ است آفتاب احدے،
بر ہر ذرہ ز آسمان صمدے،
خفاش وشان ازیں ندارند خبر،
نور ازلی کجا دکور ابدے،

آئینہ صفت بہ دیدت او نیکوی
زین سوئے نمودہ ولے زان سوی
او دیدہ ترا کہ عین ہستی تو اوست
زانش تو ندیدہ کہ عکس اوی

عاشق شوی و زہر کِ جان اندیشی
دزدی کنی و ز پاسبان اندیشی
دعوے محبت کنی اے دانشمند
وانگہ ز زیانِ این و آن اندیشی

ہان تا کہ درین آئینہ آنرو بینی
ہین ہستی این سوئے ازان سو بینی
این پردہ پندار ز پیش چو رود
ہر چند بخلق بنگری او بینی

گر چون مہ و خور بنور پاشی باشی
ہمچون بت گر بہ بت تراشی باشی
موجود بحق باش و عدم خود را بین
تا آن روزے کہ ہم نباشی باشی

بشتاب که آزاده نهادی باشی
مپسند که بندهٔ مرادی باشی
بگمراه بری باد و همه جان گردی
ور دور زمانی بخود جمادی باشی

نامردے را بر تو نیفتد گذرے
محجوبی اگرچه پاک داری نظرے
بے سکهٔ بادشاه عادل هرگز
رائج نشود بشهر و بازار زرے

اے دل بخیال هرزه تازی تا کے
رو نه تحقیق مجازی تا کے
زیر فلک اختران شمردن تا چند
چون طفل به مهد مهره بازی تا کے

آنم که ندارم بدو عالم کامے
نایافته جز پیک وجود آرامے
گر خلق جهان جمله چو من بودندے
لازم نشدے رسولے و پیغامے

در دعوی بهتریست هر کم ز خسی
با جمله یکیست آنکه او هست بسی
بسیار بکمال و فضل حاصل کردم
تا دانستم که نیستم به ز کسی

در کوئے وفا چو من نیفتاده کسی
در عشق ز پا چو من نیفتاده کسی
نی یار و نه همدم و نه همره دارم
در دام بلا چو من نیفتاده کسی

هر چند که از عشق بر دل نیست کسی
راه وصلش نیافت هر بوالهوسی
خورشید بهر طرف گشاده دامن سیر
اما نرسد بدامنش دست کسی

کس را نبود معرفت بیش و پسی
او خود بینی و ولی است در هر نفسی
گفتی که بجز خدای گر عین خداست
آری اینجا بغیر او نیست کسی

صاحب نظرے کہ دارد از خود خبرے
دارد دو ہزار کفر و دیں در نظرے
وانکس کہ نہ اہلِ ایں نظر پیدا گرد
او ہست مخالفت کناں با دگرے

ما را ز سخن نبود و دیدیم بسے
غیر از رد و قبول ہر بو الہوسے
دریا ز موج خود چہ حاصل دارد
جز بردن و آوردن ہر خار و خسے

ہر چیز کہ از برائے او بیچارے
جہدے نکنے نباشد دلبند بے
در ہر باغ کہ باغباں رنجے برد
ہر میوہ بچشم او بود فرخندے

در وحد خود او را طلب از ہر چہ کنی
جفت و ولد و رفیق و ہمسر چہ کنی
تو کوزہ خود پر آب کن اے تشنہ
ایں کوزہ تہی کوزۂ دیگر چہ کنی

از خویش چو رستی غم و شادی چه کنی
با دوست نشسته فکر وادی چه کنی
در عشق رسیدی خبر عقل مپرس
گم گشته چو یافتی منادی چه کنی

زاهد بعبث چه از پی ما گردی
وقتست کزین راه غلط واگردی
دستار بسر نهی و عاشق نشوی
گر دوسر معجر زلیخا گردی

در خواهش او محو شو ار با او لے
کانیست مقام و منزلے کش طلبی
نتوان بنماز خواند غیر از عربی
یعنے که بردل مباش از قول نبی

هر کار بجز پاک شدن ورزیدی
بیهودگی چند بهم پیچیدی
در نقوے نیست از تعین اثرے
کس در حمام جامه در بر دیدی

گاہے خود را بر اوج چون مہ دیدی
گہ چون یوسف فتادہ در چہ دیدی
می دارندت چنانکہ می خواہندت
گاہے تو بجہد نیست صدرہ دیدی

گم کردم اگر تو جستجویم نکنی
آئینہ صفت روے بہ رویم نکنی
در حق خود از لطف تو گفتم بسیار
یارب یارب دروغ گویم نکنی

از خود بگریز در حق آویز ہمی
تا در حرم امان شوی محترمی
با زندگی و خرمی خویش مناز
کاثر ابدے برند و آن را برمی

با آئینہ جہان کہ رو در روئے
تا چند زنی دم ز منی و اوئے
او غائب و غایب ہمہ ہست و گمان
جہدی کہ تو باشی انکہ او میگوئے

خواهی که رسی بنشار بیچونی
زان نشار شوی واقف بر مضمونی
خود را دریاب زانکه بنهاده حکیم
غیر از تحفهٔ فلک معجونی





اغلاط نامہ

رباعیاتِ سحابی

صفحہ کتاب	نمبر رباعی در صفحہ	نمبر مصرع	غلط	صحیح	صفحہ کتاب	نمبر رباعی در صفحہ	نمبر مصرع	غلط	صحیح
۴	۴	۲	چو سود	چہ سُود	۷۱	۱	۳	گر دید	گر دید
۹	۴	۴	پس نشیند	پیس نشیند	۷۲	۴	۱	بشیخ	بشیخے
۱۷	۳	۳	از خواہی	ار خواہی	۷۲	۴	۳	کر	کہ
۲۲	۳	۲	ز نشت	ز نشست	۷۴	۴	۴	وام	دام
۲۴	۴	۲	گو یدم	گو- بدم	۷۵	۱	۱	جانب	جانت
۳۵	۲	۳	کہ بمشابہ	بمشابہ	۷۵	۳	۴	کاؤ پسندید	کاؤ نہ پسندید
۴۲	۳	۴	کراست	گراست	۸۱	۴	۲	گر دش	گر دش
۴۷	۴	۱	عجب	عُجب	۸۳	۳		اوست	دوست
۵۰	۸	۸	اگر	اگرچہ	۸۵	۲	۳	ہیوہ	ہیوہ راست
۵۱	۱	۱	در دے	در وے	۸۷	۱	۴	نوست	نکوست
۵۱	۴	۲	در گُل	در کُل	۸۸	۴	۳	نہ	نُہ
۵۳	۱	۳	وہمہ	ہمہ	۸۹	۴	۴	پامان	پامال
۵۹	۴	۲	آواز	او- ز	۹۰	۳	۲	کہ تواند	کے تواند
۶۴	۲	۲	در ہمت	در ہست	۹۱	۲	۱	جاتی	جانی

۹۵	۳	۳	دردست	دروست	۱۷۰	۱	۱	ماموراہبر	ماموروابہر
۱۰۵	۴	۳	ہرورا	ہرورا	ر	ر	۴	واگرد	واگرد
۱۰۵	۳	۱	شمرد	شمرد	ر	۳	۴	ہیدان گو	ہیدان گہ
۱۰۶	۴	۳	چرخ حقیقے	چرخ دحقیقے	۱۷۳	۲	۲	راگاہ	مراگاہ
۱۰۷	ر	گ	زارد	دارد	۱۷۴	۲	۴	خرابہ	خرابہ
۱۰۸	۲	۳	جنبش	جنبش	۱۷۵	۲	۳	ہنگر	ہنگر
۱۱۸	۲	۱	احدی جوید	احد می جوید	ر	۴	۴	وسلطان	وسلطان
۱۱۹	۱	۱	برو	برد	۱۷۷	۴	۲	ہمہ غہ	ہمہ غم
ر	۲	۳	پروازند	پروازند	۱۸۵	۲	۴	عفوربیند	عفوزبید
۱۲۰	۱	۲	بازرو	بازرو	۱۹۰	۴	۳	ہیگیرہم	ہیگیرہم
۱۲۴	۱	۱	گوانکہ	گوانکہ	۱۹۲	۱	۱	دووددام	وددوام
۱۲۵	۱	۳	گبیرد	گبیرد	۱۹۷	۳	۴	نہ	ونہفتم
۱۲۶	۳	۳	برقافلہ	ہرقافلہ	ر	۴	۴	پروازم	پروازم
۱۲۷	۳	۱	براہل وفا	کہ براہل وفا	۲۰۱	۲	۲	بردبہ	بردبہ
۱۳۱	۱	۳	کہ کزو	کزو	۲۰۲	۳	۱	دردااماجیم	دروراماجیم
۱۴۱	۲	۲	وامرت	وامست	۲۰۷	۲	۴	شیشہ خون	شیشہ
۱۴۶	۳	۴	ناامن	ناامن	۲۰۸	۱	۳	بہ لسرت	بہ بست
۱۴۸	۳	۴	وے	دے	ر	ر	۴	بگمنت	بگمشت
۱۴۹	۳	۱	سی	حی	۲۱۱	۱	۱	نرک ارب	نرک آب
ر	۴	۱	خرو	خرد	۲۱۲	۴	۴	منع	منع
۱۵۰	۳	۱	برتو	بہرتو	۲۱۴	۲	۱	مغنی	معنی
۱۵۱	۴	۴	شہ را	شہ راہ	۲۱۸	۴	۲	نشق	فسق
۱۵۸			پرو	برد					
۱۶۱	۲	۴	بادست	بادوست	۲۲۱	۱	۴	زندہ من	زندہ تن
۱۶۸	۴	۱	عائی سیر	عالی سیر	ر	۲	۴	باخرے	یاخرے